بالکل مناظرانہ اصول پر ہے، یعنی ان سے مقصود محض مخالف کو لاجواب و ساکت کرنا ہے، نیز
تحقیقیں شاید منطقیانہ ہوں، بعض ایسے ہیں جو الٹے کر بجنسہ آریوں کی طرف سے خود معترض پر
وارد ہوسکتے ہیں، بہرحال مسلمان مناظرین کے لئے یہ رسالے بہت کچھ مفید ہیں، اور مکتبہ جامعہ آ
اپنی جماعت کے لئے اور طلباے مدارس عربیہ کے لئے ایک اچھی خدمت انجام دی ہے
مولانا آزاد سبحانی کے یہ ابتدائی کارنامے ہیں اور وقعت کے قابل ہیں، لکھائی چھپائی
صفحہ ۱۶۰، تقطیع چھوٹی، پتہ: منیجر مکتبۂ آئینہ جامعہ کانپور،

سفرِ آخرت، یہ ایک مختصر سا رسالہ مولوی ابوتراب عبدالرحمٰن صاحب گیلانوی بہاری
عامۂ اہل اسلام کے لئے لکھا ہے، اور جسکو گیلانی صوبہ بہار کی انجمن تبلیغ الاسلام نے شائع کیا
اس رسالہ میں بیماری کے وقت سے موت تک کے ان ضروری اعمال کی تشریح کیگئی ہے جو
اسلام کے رو سے ضروری اور قابل عمل ہیں، اور جن سے افسوس ہے کہ عوام واقف نہیں ہیں،
صدقہ، تجہیز، تکفین وغیرہ کے ضروری مسائل بھی آگئے ہیں، یہ انجمن گیا، اور بھاگلپور کے بہار
علاقوں میں عمدہ کام کر رہی ہے، ذیل کے پتہ سے طلب کیجئے،

انجمن تبلیغ الاسلام، گیلانی، ڈاکخانہ برگہہ، ضلع مونگیر، قیمت ۲ر

دار المصنفین کی جدید مطبوعات

ارض القرآن۔ جلد دوم از مولانا سید سلیمان ندوی قیمت عہ۱ر

مکالمات برکلے۔ از مولوی عبدالماجد بی۔ اے قیمت عہر و عہ

برکلے۔ از مولوی عبدالباری ندوی قیمت عہ

منیجر

عدد دوم	ماہ ذیقعدہ ۳۷ھ مطابق اگست سنہ ۱۹ء	مجلد چہارم

مضامین

شذرات

جنگ کے مرقع نے مغربی تہذیب و شائستگی کے جو خط و خال پیش کئے ہین وہ اہل نظر سے مخفی نہین، اس سلسلہ مین مغرب کی ممتاز ترین قوم امریکہ کا ایک مخصوص کارنامہ جسکی اطلاع نیویارک ٹائمس کی وساطت سے ہندوستان پہنچی ہے، اس قابل ہے کہ اہل مشرق اس سے پوری طرح روشناس ہون،

جرمنی کا قوی ترین حربہ اُسکا سائنس تہا، علوم طبیعیہ کی مدد سے اُس نے قتل و خونریزی کے ایسے حیرت انگیز آلات و وسائل ایجاد کئے کہ اتحادی مین دنگ رہجاتے تھے، امریکہ کے تازہ دم پہلوان نے جب اکھاڑہ مین قدم رکھا اور دیر تک زور آزمائی کے بعد اُسے نظر آیا کہ حریف کسی طرح زیر نہین ہوتا، تو بالآخر اُس نے بھی یہی اختیار کیا، اسکے ہان ایک بزرگ پروفیسر لوئس ہین جو فن کیمیا (کیمسٹری) مین انتہائی کمال کا مرتبہ رکھتے ہین، اُنہون نے اپنے کمال فن سے ایک زہر اس قسم کا ایجاد کیا جسکے محض مس ہوجانے سے انسان و حیوان ہی نہین نباتات کی زندگی بھی فوراً ختم ہوجاتی ہے، اس زہر کا نام موجد و مکتشف کے اسم گرامی کے انتساب سے "لوئیسایٹ" رکہا گیا، اور غیر معمولی اہتمام و رازداری کے ساتھ چندماہ مین اس زہر کا ایک غیر محدود ذخیرہ تیار کیا گیا اور یہ پایا کہ تین ہزار ٹن (یعنی تقریباً ۸۲ ہزار من) کی تعداد مین اس زہر کو ہوائی جہازون مین لیجا کر قیصر کی مملکت پر برسا دیا جائے، اتفاق سے عین اسی زمانہ مین التوائے جنگ ہوگیا اور صلح کی گفتگو ہونے لگی، اور اسطرح جرمنی موت و ہلاکت کی اس قیامت خیز بارش کی برکتون سے محروم رہ گئی،

سچ ہے ابھی مشرق کو مغرب سے بہت کچھ سیکہنا باقی ہے،

جنگ کے اثرات و عواقب نے ایک بڑی حد تک یورپ کے نظام تعلیم کو درہم برہم کر دیا ہے، متعدد یونیورسٹیان مالی حیثیت سے اسقدر زیر بار ہوگئی ہین کہ مصارف کا سنبھالنا دشوار ہوگیا ہے، اسکاٹ لینڈ کی سب سے مشہور یونیورسٹی ایڈنبرا یونیورسٹی ہے، اسکے محاصل مین صرف فیس کی مد مین ۴۰ ہزار پونڈ (چھ لاکھ روپیہ) کی کمی ہوگئی ہے! اس پر دوسرے ابواب کو بھی قیاس کرنا چاہیئے۔

آکسفرڈ و کیمبرج اسوقت دنیا کی ممتاز ترین یونیورسٹیان ہین، جو ابتک سرکاری امداد سے بالکل آزاد زندگی بسر کرتی رہی ہین، لیکن جنگ نے انہین بھی اتنا تہی دست کر دیا ہے کہ اپنی تاریخ مین بالکل پہلی بار انہین حکومت سے اعانت طلب کرنا پڑی ہے، دنیا کی کوئی حکومت کسی تعلیم گاہ کو بالکل بلامعاوضہ مدد نہین دیتی، انگریزی حکومت بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین، اسکے دست کرم کو جنبش ہوئی، لیکن قدرتی طور پر اُس نے چند شرائط کی پابندی بھی لازمی قرار دیدی ہے، یہ شرائط و قیود ان یونیورسٹیون کے ارکان کے لئے سخت ناخوشگوار ہین لیکن حالات کی نامساعدت نے یہ نوبت پہنچادی ہے کہ یونیورسٹیون کو اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے غالباً اپنی آزادی فروخت کرنے پر مجبور ہوجانا پڑے،

لیکن اس افلاس و عسرت کو مستقل نہ سمجھنا چاہیئے، افلاس کا اصلی سبب طلبہ کا قحط تہا، لیکن جنگ خاتمہ کے ساتھ طلبہ نہایت کثیر تعداد مین داخل ہونا شروع ہوگئے ہین، اعداد ذیل سے معلوم ہوگا کہ کیمبرج یونیورسٹی مین جنگ سے پیشتر طلبہ کی سالانہ تعداد کیا رہتی تھی، دوران جنگ مین کیا رہی اور اب پھر کیا ہے۔

سال	تعداد طلبہ	سال	تعداد طلبہ
سنہ ۱۹۱۲-۱۳ء	۱۱۷۷	سنہ ۱۹۱۴-۱۵ء	۷۳۷
سنہ ۱۹۱۳-۱۴ء	۳۴۴	سنہ ۱۹۱۶-۱۷ء	۲۳۰

سنہ ۱۷-۱۹۱۸ء ۲۸۵ سنہ ۱۸-۱۹ء (تقریباً) ۲۰۰

پی، ایچ، ڈی (ڈاکٹر آف فلاسفی) کی ڈگری ابتک یورپ مین صرف جرمنی و اسٹریا کی یونیورسٹیون [کے] ساتھ مخصوص سمجھی جاتی تھی، چنانچہ ممالک غیر کے جن طلبہ کو یہ ڈگری لینا ہوتی، انہین بالعموم جرمن یونیورسٹیو[ن] ہی مین داخل ہونا پڑتا تھا، لیکن حال مین انگریزی یونیورسٹیون مین جو متعدد اصلاحات ہوئی ہین، اسی سل[سلہ] مین لندن و کیمبرج مین بھی یہ ڈگری قائم ہوگئی ہے، آیندہ سے برطانیہ و ممالک ماتحت برطانیہ کے جو طلبہ فلسفہ مین تبحر حاصل کرنا چاہین گے، انہین سفر جرمنی کی ضرورت باقی نہ رہیگی۔

مشہور مستشرق پروفیسر ای، جی، براؤن جو ایک عرصہ سے ایران و ادبیات ایران سے متعلق قابل [قدر] خدمات انجام دے رہے ہین، حال مین ایک اور تالیف سے فارغ ہوئے ہین، جسکا نام "تاتاری عہد حکو[مت] مین ادبیات ایران کی تاریخ" ہے، کتاب مذکور کیمبرج یونیورسٹی پریس مین زیر طبع ہے اور عنقریب شائع ہو[گی]۔

حضرت مسیح کی شخصیت مدت سے اہل یورپ کی ذہانت و طباعی کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے، حال مین انگ[لستان] کے ایک اہل قلم مسٹر گلبرٹ سیڈلر نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، کہ مسیح کی سرے سے کوئی تاریخی شخصیت [نہ تھی] بلکہ اصل یہ ہے کہ قدیم زمانہ مین لوگون نے مختلف محاسن اخلاق کی تعلیم مختلف افسانون اور تخئیلی قصون کے [ذریعہ] دینے کے لئے اناجیل اربعہ کی ترتیب و تالیف کی، اور جیسا کہ عام دستور ہے افسانہ کا ایک ہیرو بھی فرض کر[لیا، مگر] بعد کی نسلین ان اخلاقی افسانون کو تاریخی واقعات کا درجہ دینے لگین، اور مسیح کو ایک تاریخی انسان قرار دے [لیا]، گویا انجیل مقدس، تمامتر آزاد مرحوم کی "نیرنگ خیال" کی طرح حکایات تمثیلی کا مجموعہ ہے!

انجیل کی یہ حقیقت ہو یا نہو لیکن اس جدید مصنف کی تخئیل کی غیر محدود و بلند پروازی مین کلام نہین۔

یورپ مین یہ عجیب بات ہے کہ باوجود ضروریات زندگی کی انتہائی گرانی کے کتابون کا حسن قبول برابر ترقی پر ہے، جنگ نے اچھے اچھے اغنیا کو محتاج بنا دیا ہے، تاہم کتابون کی قدردانی مین فرق آنا کیسا، اس مین حیرت انگیز، اضافہ ہو رہا ہے، آج سے ۲۰ سال پیشتر شکسپیر کا مجموعۂ کلام اسکے زمانہ کا چھپا ہوا بالعموم دو سو پونڈ (تین ہزار روپیہ) مین فروخت ہوتا تھا، لیکن آج اسی ایڈیشن کی قیمت ۳ ہزار پونڈ (۴۵ ہزار روپیہ) تک پہنچگئی ہے۔

ہندوستان کے جن ارباب ذوق کو اپنی علمی قدرشناسی پر ناز ہے اور جو اپنے نزدیک نوادر کتب کی فراہمی مین غیر معمولی حوصلہ مندی کا اظہار کرتے ہین، انھون نے یہ خبر سُنی ہے؟
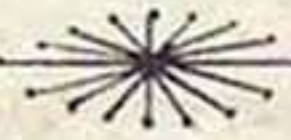
۱۵-۲۰ سال سے لندن مین "عقلئین" کی ایک مخصوص انجمن رشنلسٹ پریس ایسوسی ایشن کے نام سے قائم ہے، اسکا مقصد اصلی یہ ہے کہ جن مطبوعات مین مسائل کائنات مین مذہبی و اعتقادی حیثیت سے قطع نظر کرکے عقلی نقطۂ خیال سے آزادانہ بحث کیجاتی ہے، انہین اپنے زیر اہتمام از سر نو طبع کرکے ارزان سے ارزان قیمت پر فروخت کرے، اس انجمن کی ابتدائی مطبوعات مین اسپنسر کی مشہور کتاب "ایجوکیشن" تھی، چندماہ کے اندر کتاب مذکور کے ۳۰ ہزار نسخے نکل گئے، اور ابتک صرف ایک ایڈیشن کے ایک لاکھ سے زاید نسخے نکل چکے ہین۔

اتفاق سے عین اسی زمانہ مین ایجوکیشن کا اردو ترجمہ بھی "فلسفۂ تعلیم" کے نام سے شایع ہوا، مترجم خواجہ غلام الحسنین بی - اے تھے، ترجمہ کی اشاعت انجمن ترقی اردو نے کی جسکے سکریٹری اسوقت مولانا شبلی مرحوم تھے، ترجمہ پر بہتر سے بہتر ریویو مدحیہ مولانا نذیر احمد، مولانا حالی، مولوی ذکاء اللہ، ڈاکٹر اقبال کے قلم سے نکلے تھے، پھر سب سے بڑھکر یہ کہ یہان کوئی دوسرا ایڈیشن اسکے مقابلہ کو موجود نہ تھا، لیکن باین ہمہ مساعدت حالات اس ۳۲ کرور کی دنیا مین اور اس ۱۵ سال کی طویل و عریض مدت مین "فلسفۂ تعلیم" کے فروخت شدہ نسخون کی تعداد کیا ہے؟ کیا ایک لاکھ؟ کیا ۵۰ ہزار؟ کیا چند ہزار؟ کیا ایک ہزار؟

اسکے جواب مین تمام مدعیان حمایت اُردو کی نگاہین شرم سے جھک جانا چاہیئے۔

رزشنلسٹ ایسوسی ایشن (انجمن عقلیین) جسکا ذکر ابھی ہو چکا ہے، اسکا ایک ماہوار علمی رسالہ لٹریری گائڈ کے نام سے نکلتا ہے، انجمن کے ایک ہندوستانی رکن مسٹر ان. ایچ پاٹھک نے جو مغربی ہند کے باشندہ ہین رسالہ مذکور کو ایک سو پونڈ (پندرہ سو روپیہ) کی رقم اس غرض سے مرحمت کی ہے کہ رسالہ ہندوستان، چین اور سیلون کی تعلیم گاہون مین مفت تقسیم کیا جائے۔

ہندو یونیورسٹی کے دائرہ کا مرکزی نقطہ سنٹرل ہندو کالج (بنارس) ہے، اُسکی سالانہ روداد بابت سنہ ۱۹-۱۸ء ماہ گذشتہ مین شایع ہوئی ہے اعداد ذیل سے جو اسی سے ماخوذ ہین اُسکی ترقی رفتار کا اندازہ ہو سکیگا،

تعداد طلبہ	سنہ ۱۷ء	سنہ ۱۸ء
فرسٹ ایر	۱۶۲	۲۰۷
سکنڈ ایر	۱۶۱	۱۸۹
تھرڈ ایر	۷۴	۱۱۹
فورتھ ایر	۱۰۷	۱۲۳
پوسٹ گریجویٹ کلاسز ایم اے، ایم ایس سی وغیرہ	۶	۴۵
کامیاب طلبہ فیصد،		
ایف - اے	۶۳	۶۵
بی - اے	۳۸	۷۶
بی، ایس، سی	۳۳	۷۸

کالج مین پڑھانے والون کی تعداد اسوقت ۴۲ ہے، جسمین آٹھہ یونیورسٹی پروفیسر بھی شامل ہین، یہ وہ تعداد ہے جسکے لحاظ سے صرف الہ آباد یونیورسٹی ہی نہین، بلکہ پٹنہ، پنجاب اور بمبئی کی یونیورسٹیون کا بھی کوئی کالج ہندو کالج بنارس کا مقابلہ نہین کرسکتا، تمام ہندوستان مین شاید صرف دو کالج ہین جو اس حیثیت سے ہندو کالج پر تفوق رکھتے ہین، ایک پریسیڈنسی کالج کلکتہ جہان ۴۳ پروفیسر اور لکچرر کام کرتے ہین، دوسرے پریسیڈنسی کالج مدراس جہان انکی تعداد ۵۰ ہے۔

ہندو کالج کی ایم - اے اور ایم، ایس سی کی جماعتون مین اسوقت تک ریاضی، سنسکرت، ادب انگریزی، فلسفہ، تاریخ، اقتصادیات، طبعیات، کیمیائیات، حیوانیات (زوالوجی) کی تعلیم کے انتظامات مکمل ہو چکے ہین، اور طلبہ ان سب مضامین مین تحصیل وتکمیل فن کر رہے ہین، انکے علاوہ ایک خاص صیغہ شعبۂ تحقیقات عالیہ (ریسرچ) کا ہے، جسمین منسلک ہو کر طالبانِ علم، ماہرین فن کے زیر ہدایت تبحر وکمال فن پیدا کرتے ہین، ۱۲ طلبہ کی مختصر جماعت اس خالص علمی خدمت مین مشغول ہے، ان مین سے نو (۹) کا تعلق ریاضیات سے ہے، دو (۲) کا قدیم تاریخ وفلسفۂ ہند سے، اور ایک کا کیمسٹری سے،

کیا اعداد بالا کی خاموش زبان مُسلم یونیورسٹی کے بلند بانگ علمبردارون کو عبرت وبصیرت کا درس نہین دیسکتی۔

اختلاف آرا ہر تعلیمی مجلس وانجمن مین ہوتا رہتا ہے، ہندو یونیورسٹی بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہین، اسکے ارکان مین باہم اختلاف ہے اور نہایت شدید اختلاف ہے، ماڈرن ریویو، لیڈر، ینگ انڈیا، وغیرہ کے صفحات انکی باہمی زور آزمائیون کے مدت سے تماشاگاہ بنے ہوئے ہین، لیکن بااین ہمہ اختلاف وتخالف انکی نظر اصل کار سے نہین ہٹتی، ریل مین اکثر مسافر جگہ کے لئے ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ہین لیکن اپنی منزل مقصود کو کوئی نہین بھول جاتا، یہ شرف صرف موجودہ مسلمانون کے لئے مخصوص ہے کہ وہ جس کشتی پر سوار ہوتے ہین، آپس مین لڑ جھگڑ کر خود اسی کے غرق کرنے کی فکر مین پڑ جاتے ہین،

ستمبر ۱۹۱۸ء کے معارف مین ہم نے قدیم قلمی تصنیفات کی فراہمی وحفاظت کی ایک تحریک اپنی قوم ہمدردان علم کے سامنے پیش کی تھی، اور ندوہ اور کانفرنس کو خاص طور سے ادہر متوجہ کیا تھا، گذشتہ اجلاس سورت مین جناب مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کو گجرات کے علمی خزانون کی تباہی کو اپنی آنکھ سے دیکھنے کا موقع ملا، جس نے اُنکے دل کو بڑا صدمہ پہنچایا، چنانچہ اجلاس سے فارغ ہوکر انھون نے قلمی کتابون کی حفاظت کی اپیل قوم مین پیش کی اور تو کہین سے جواب نہین ملا، لیکن دکن کی سرزمین مین ایک سراپا درد بزرگ ہے (نواب عماد الملک) جسکی نظر مین اپنے اسلاف کے پرانے اندوختون کی ابتک قدر ہے اُس نے یہ اپیل سُن کر افسوس کے آنسو بہائے اور فوراً اس کام کے آغاز کے لئے ایک ہزار روپیہ اپنی جیب سے دیا، ارض دکن سے ابھی اور بہت کچھ توقع ہے اور وہ انشاءاللہ پوری ہوکر رہیگی،

یہ کام اسقدر اہم اور وسیع ہے کہ لاکھون روپے اُسکے لئے ناکافی ہین، بہتر ہوتا اگر ہماری تین چار انجمنین، ندوہ، کانفرنس، دیوبند، مستشار العلما لاہور، مدرسہ اسلامیہ پشاور وغیرہ اس کام کو مل کر کرتین اور اپنے اپنے احاطۂ عمل کو تقسیم کرلیتین، دار المصنفین ابھی کس شمار مین ہے، تاہم وہ بھی بقدر حوصلہ شرکت کو تیار ہے۔
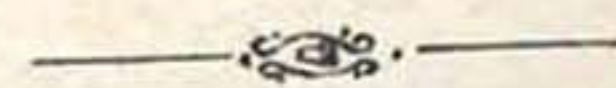
امسال اجلاس ندوہ اور سفر حیدرآباد کی بدولت دکن کے متعدد پرانے شہرون اور یادگارون کے دیکھنے کا موقع ملا، کہین کہین نادر قلمی کتابون کی زیارت بھی نصیب ہوئی، اردو کی بعض بعض نہایت قدیم یعنی ولی دکنی سے پہلے کی کتابین تصوف وعقائد مین نظر آئین، اور دواوین اور نظم کی کتابین تو بکثرت ملین، عبداللہ قطب شاہ کا اردو دیوان جناب مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کے ہاتھ آیا ہے، اس عہد کی ایک مثنوی ایک اور شخص کے پاس دیکھی، منظوم عقائد کی ایک کتاب دار المصنفین کے قسمت مین آئی،

ان کتابون کو دیکھکر ہم اس نظریہ پر پہنچے ہین کہ اردو زبان کی تحریری پیدائش درحقیقت تصوف اور مذہب کے بطن سے ہوئی ہے۔

مقالات

توجہ کی ماہیتِ نفسی

از مولوی عبدالماجد بی۔اے، ایم آر اے ایس

روزمرہ کا تجربہ ہے کہ بعض اشخاص کے مشاغل بکثرت ہوتے ہین، وہ ایک ہی زمانہ مین متعدد ومختلف النوع مشاغل مین مصروف رہتے ہین، اور سبکو یکسان ذوق وشوق سے انجام دیتے ہین، بعض اشخاص اسکے برخلاف ایسے ہوتے ہین جو ایک وقت مین صرف ایک ہی چیز کو لے سکتے ہین، انکی دلچسپیان بہت ہی محدود ہوتی ہین، وہ ایک سے زاید چیزون پر صرف توجہ نہین کرسکتے، البتہ جس چیز کو ہاتھ لگاتے ہین، اسکے ساتھ اُنہین غایت یکسوئی وانہماک ہوتا ہے، اور گویا وہ اسی کے ہو رہتے ہین۔ عام افراد سے گذر کر یہ نوعی فرق، دنیا کے مشاہیر مین بھی پایا جاتا ہے، نپولین ایک وقت مین بے تکلف متعدد اہم خدمات انجام دیتا تھا، سیزر اعظم ایک ساتھ کئی کام کرتا تھا، سرسید احمد خان ایک ہی وقت مین مذہبی تصنیف وتالیف کرتے تھے، کالج کی تعمیرات اپنی ذاتی نگرانی مین تیار کراتے تھے، کالج و بورڈنگ کے اندرونی انتظامات کرتے تھے، سیاسی مسائل پر تقریرین کرتے، اور مضامین شایع کرتے، اور چندہ وصول کرنے کے لئے دورہ کرتے پھرتے تھے، مولانا شبلی شاعر بھی تھے، ناقد بھی، مورخ بھی، ایڈیٹر بھی، ندوہ کے کارکن بھی، لکچرر بھی، سیاسی بیداری کے مضامین لکھنے والے بھی، اور وقف علی الاولاد کے متعلق قوم مین جوش وخروش پھیلانے والے بھی، مسز اینی بسنٹ ایک ہی وقت مین ہفتہ وار، ماہوار، روزانہ پرچون کی ایڈیٹری، سیاسی انجمنون کی صدارت، فلسفیانہ

تصنیف وتالیف، صوفیانہ مجالس کی رہنمائی وسیاوت وغیرہ متعدد مختلف النوع فرائض انجام

دیتی ہین، ایک طرف اس طرح کے عامۃ الورود دماغون کی مثالین ملتی ہین، دوسری طرف مشاہیر کی

جماعت مین ایسے افراد بھی ملتے ہین، جنکا دائرہ ذوق بہت ہی محدود ہوتا ہے، مگر وہ جس چیز کو

ہمہ تن اسمین منہمک ومستغرق ہوجاتے ہین، سقراط جب کھڑے کھڑے کسی مسئلہ کو سوچنے لگتا

ساری ساری رات ایک وضع سے کھڑے کھڑے گزار دیتا، اور اُسے کچھ خبر نہوتی، نیوٹن جب

کسی مسئلہ کی ادہیڑبن مین ہوتا تو کھانے کے کئی کئی وقت گذر جاتے، اور اُسے کھانے کا خیال

نہ آتا، ہیگل جسوقت اپنی ایک اہم تصنیف کی ترتیب مین مشغول تھا، شہر پر گولہ باری ہوتی رہی

اُسے ذرا خبر نہوئی، زمانہ حال کا ایک مصنف ایسا ہے جو تصنیف وتالیف کے وقت ہر قسم کے

شور وغل سے بالکل غیر متاثر رہتا ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ قوت توجہ کے لحاظ سے، دماغ انسانی کی ساخت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک

اس قسم کے دماغ ہوتے ہین جنمین شعور کے خطوط عموماً متفرق، منتشر اور پھیلے ہوے ہوتے ہین، اور دوسری

قسم کے دماغون مین یہ خطوط اکثر کسی ایک نقطہ پر یکجا ومجتمع رہتے ہین، پہلی قسم کے دماغ کے

افراد، اپنی وسعت نظر، جامعیت، وہمہ گیری کے لحاظ سے ممتاز ہوتے ہین، اور دوسری قسم والے

اپنی دقت نظر، عمق، ونکتہ رسی کے لحاظ سے۔ دماغ کی یہ نوعیت ایک بڑی حد تک ودیعت فطری

ہی ہوتی ہے، اکتساب وتربیت سے بھی حاصل ہو سکتی ہین، مگر بہت قلیل حد تک۔

ان دونون قسمون کے دماغون کو قطعیت کے ساتھ ایک دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہین

اپنی اپنی جگہ پر دونون بہت قابل قدر ہین، اور ارتقاء کائنات کے حق مین دونون کا وجود ضروری ہے

البتہ یہ کہنا بیجا نہین کہ بعض مخصوص علوم وفنون کو ایک قسم کے دماغ سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے

اور بعض کو دوسرے سے، الٰہیات ومنطق وغیرہ بعض ایسے خالص علوم ذہنی ہین، جن پر توجہ کرنے

یکسوئی، انہماک، ومرکزیت خیال کی خاص ضرورت ہوتی ہے، لیکن جو علوم مادی ہین، یعنی جنکا تعلق

کائنات خارجی کے مشاہدات وتجربات سے زیادہ رہتا ہے، انکے شائقین کو ایک ہی وقت مین مختلف

چیزون پر نظر رکھنا ہوتی ہے، اسلئے انکے لئے دوسری قسم کا دماغ موزون ہے،

معلم واستاد، خصوصاً وہ جنکے سپرد کم عمر طلبہ کی تعلیم ہوتی ہے، انکے لئے نیوٹن وہیگل کے طرز کا

دماغ رکھنا ایک سخت نقص ہے، انکا کام صرف درس یا لکچر دینے پر ختم نہین ہوجاتا، بلکہ طلبہ اور درجہ کی

انتظامی حالت پر بھی انہین پوری نگاہ رکھنا ہوتی ہے، کوئی طالبعلم اگر باتین کر رہا ہے تو اسکی تادیب

استاد کا فرض ہے، کوئی طالبعلم دوسری جانب مشغول ہے تو اسکی نگرانی استاد کے فرائض مین ہے، یہ

دیکھتے رہنا کہ لڑکے اپنے اپنے مقام پر قرینہ سے بیٹھے ہین، استاد کی ذمہ داریون مین سے ہے، غرض اس

طرح پڑھانے کے ساتھ ساتھ درجہ کے نظم ونسق سے متعلق بیسیون جزئیات ہر وقت اسکی توجہ کے محتاج

رہتے ہین، نومشق استاد کو اسمین یقیناً دقت ہوتی ہے، لیکن وہ جب کہنہ مشق ہوجاتا ہے، تو چندان زحمت

باقی نہین رہتی، وہ سبق سے چونکہ پوری طرح واقف ہوتا ہے، اسلئے اسکی ضرورت باقی نہین رہجاتی، کہ وہ

ساری توجہ درس پر مجتمع رکھے، وہ باسانی اپنی توجہ سے ایک جزو کا مرکز بنا سکتا ہے، اور باقی اجزا کو

متفرق معاملات پر منتشر رکھ سکتا ہے۔ البتہ طلبہ کی نوعیت توجہ کو اس سے بالکل مختلف ہونا چاہیئے

انکی ساری توجہ کا مرکز درس ہی ہونا چاہیئے۔ کہ تھوڑی سی بے توجہی سے بہی مطالب انکے ذہن کی

گرفت سے رہ جائینگے۔

سبق پر کس حد تک استاد کی توجہ مبذول رہنی چاہیئے، ان مدارج توجہ کی توضیح اشکال ذیل کی

وساطت سے بہ آسانی ہوجائیگی۔

سبق

استاد کا شعور

طلبہ کا شعور

سبق

(طلبہ کا شعور تمامتر سبق کو اپنا مرکز بنائے ہوے ہے)

دو چار صفحہ اُدہر ہمین معلوم ہو چکا ہے کہ فلان فلان اسباب و حالات، مُویدات توجہ کا کام دیتے ہین، اب ایک نظر موانع توجہ پر بھی کرنا ہے، یعنی ان اسباب و حالات پر جو ذہن کو کسی شے پر توجہ کو صرف کرنے سے روکتے ہین، یہ موانع دو طرح کے ہو سکتے ہین، مادّی و ذہنی، پہلے موانع مادّی کو لیتے ہین:-

(۱) ضعف جسمانی - خواہ وہ کسی مستقل مرض کا نتیجہ ہو، یا عارضی اضمحلال طبع سے پیدا ہو گیا ہو، دونون صورتون کا ماحصل ایک ہی ہے، کہ کمزور قوی زبردست سعی توجہ کے متحمل نہین ہو سکتے -

(۲) خستگی و تکان - یہ بھی اسی ضعف جسمانی کی ایک مخصوص شکل ہے -

(۳) شور و غل - توجہ نام ہے یکسوئی کے ساتھ ایک مہیج سے مشغولیت کا، اور جب متعدد مہیجات جلب توجہ کے لئے کشمکش کرینگے تو ظاہر ہے کہ نفس کسی ایک پر پوری توجہ نہ کر سکیگا، اسی لئے سکون و خلوت کو یکسوئی کے لئے لازمی شرط قرار دیا گیا ہے -

(۴) نامناسب ماحول - کمرہ مین تازہ ہوا کا نہ ہونا، بہت زیادہ گرمی، بہت زیادہ سردی وغیرہ، ان سب صورتون مین اعصاب دماغی جد و جہد کے ناقابل ہو جاتے ہین، اور یکسوئی مین لازماً خلل پڑتا ہے -

(۵) نامناسب ہیئت جسمی - یکسوئی مین ہر شخص کو اسکی مخصوص وضع و ہیئت جسمی بھی خاص طور پر معین ہوتی ہے، اور جب کبھی اسکے خلاف ہوتا ہے تو قیام توجہ مین سخت دشواری ہوتی ہے، بعض شاعر فکر سخن کے وقت ٹہلتے رہتے ہین، اور اس حالت مین مضامین شعر پر انکی توجہ خوب قائم رہتی ہے، چنانچہ اگر انہین ٹہلنے سے روک دیا جاتا ہے تو مضمون بھی گم ہو جاتا ہے۔ اکثر کم عمر طلبہ ہل ہل کر پڑھتے ہین، اسکی وجہ یہ ہے کہ حرکتِ جسم و حرکتِ دماغ کے درمیان ایک خاص طرح کا تناسب معلوم ہوتا ہے، اگر جسمانی کاہلی و سستی دماغی کاہلی و سستی کے مرادف ہوتی ہے، اور عموماً جسوقت نظام جسم چاق و مستعد ہوتا ہے، اُسی وقت دماغ بھی مستعدی و چستی سے کام کرتا ہوتا ہے، لیکن یہ کوئی قطعی کلیہ نہین -

اب موانع ذہنی پر نظر کرنا چاہیئے، انکی اہمیت بھی موانع مادی سے کچھ کم نہین، اور تعداد مین

یہ بھی اُسیقدر ہین:-

(۱) خلقی نامناسبت - بیشتر افراد کو بعض مضامین سے خلقی نامناسبت ہوتی ہے، تاہم کسی نہ کسی مضمون سے انہین ذوق ضرور ہوتا ہے، ایسے اشخاص کو چاہیئے کہ اپنے مرغوب و دلکش مضامین کی وساطت سے غیر مرغوب و غیر دلکش مضامین سے مناسبت پیدا کرین، کیونکہ ہر مضمون کسی نہ کسی حیثیت سے دوسرے مضامین سے ضرور کچھ تعلق و وابستگی رکھتا ہے، دانشمند استاد کا فرض ہے کہ اپنے طلبہ کے فطری ذوق و رجحان کو پہچانے، اور جو مضامین انکے مذاق کے موافق ہون، انکے ذریعہ و وساطت سے اُنکے مخالف مذاق مضامین کو اُنکے لئے خوشگوار بنائے -

(۲) تردد و پریشانی - انتشار ذہنی، بداہتہً یکسوئی کے لئے منافی ہے -

(۳) اجنبیت و غرابت - اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ دلکشی کے لئے یہ لازمی ہے کہ مہیج ایک حد تک مانوس و مالوف ہو، بالکل نامانوس مہیج سے ذہن کو طبعاً وحشت ہوتی ہے -

(۴) ذکاوت و ذہانت - "اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی" ہمارے ہان ایک عام ضرب المثل ہے اور فطری ذکاوت و ذہانت کی روشنی، واقعی اکثر حالتون مین توجہ و انہماک کے حق مین بلا ہی ثابت ہوتی ہے ذہین افراد اکثر اپنی خوش دماغی کے اعتماد پر غور و توجہ کو اپنے لئے بالکل غیر ضروری خیال کرتے ہین، اور اسکی اگر شروع ہی مین روک تھام نہ کیگئی تو بالآخر یہ مرض لاعلاج ہو جاتا ہے، یعنی قیام توجہ، کوشش کے بعد بھی ناممکن ہو جاتا ہے، استاد کا فرض ہے کہ ذہین طلبہ سے خاص طور پر سوالات کیا کرے، جن سے ان پر یہ واضح ہو جائے کہ ترقی کے لئے محض ذہانت بیسود ہے، تاوقتیکہ غور و توجہ کی بھی آمیزش نہو -

(۵) مہیج مین عدم تنوع - اوپر بیان ہو چکا ہے کہ دلکشی کا ایک بڑا عنصر مہیج کا تنوع ہے، جس مہیج مین ضرورت سے زیادہ دیر تک یکسانیت قائم رہتی ہے، اس سے طبیعت اُچاٹ ہو جاتی ہے، جو استاد مسلسل زبانی تقریر کرتا ہے، طلبہ اس سے اکتا جاتے مین، دانشمند استاد کچھ دیر مسلسل تقریر کرتا ہے -

کچھ دیر طلبہ سے سوال وجواب کرتا ہے، کچھ دیر اپنے نوٹ تحریر کرتا ہے، وقس علیٰ ہذا۔

اکثر کتابون مین اس قسم کے واقعات پڑہے اور لوگون کی زبانی سُنے ہونگے، کہ فلان شخص جو اپنے
زمانہ کا بہت بڑا حکیم یا فلسفی تہا، بعض حیثیات سے بالکل ناسمجھ تہا، اور بعض بالکل موٹی باتین اسکی سمجھ مین
نہین آتی تہین، یہ واقعات بظاہر بہت عجیب معلوم ہوتے ہین، لیکن درحقیقت ان مین کوئی حیرت انگیز بات
نہین، شعور کا رجحان طبعی ومیل فطری انتشار و پہیلاؤ کی جانب ہے، اور بقصد اسمین اجتماع ومرکزیت پیدا
کرتے رہنا، اُسے ایک غیر طبعی حالت مین رکہنا ہے۔ اسکے یہ معنی ہین کہ عرصۂ دراز تک توجہ کو یکسو رکہنے سے
دماغ پر سخت زور پڑتا ہے، دماغی خستگی محسوس ہونے لگتی ہے، اور دماغ مین دوسرے مشاغل کی جانب
ملتفت ہونے کی صلاحیت بہت گہٹ جاتی ہے، بہ قول اسپنسر کے "فطرت بڑی سخت محاسب ہے، اگر
کسی ایک مد مین زیادہ خرچ ہوجاتا ہے تو وہ دوسری مدون سے اتنا ہی کاٹ لیتی ہے" پس کسی شے پر
کامل مرکزیت ویکسوئی کے ساتھ صرف توجہ کرنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دوسری چیزون کی طرف توجہ کم ہو
اور عام قوت توجہ ایک بڑی حد تک ماند پڑجائے، اور ظاہر ہے کہ بڑے بڑے حکماء وفلاسفہ اپنے مخصوص
پیش نظر مسائل پر خاص انہماک ویکسوئی صرف کرتے رہین۔

عمل توجہ مین یہ نہین ہوتا کہ انسان کے آلات حواس، بجز ایک سمت کے، اور ہر طرف سے بالکل
معطل ہوجائین، وہ محسوس سب کچھ کرتا ہے، لیکن ہوتا یہ ہے کہ دماغ پر اثر قائم صرف اسی شے کا ہوتا ہے
جو اسکے زیر توجہ ہوتی ہے، گویا ماحول سے بیشمار تیر ایک ہی وقت مین شعور پر چلائے جاتے ہین، اگر ٹہیک
نشانہ پر ایک ہی تیر جاکر پیوست ہوجاتا ہے، باقی سب ہی اُسپر پڑتے ہین، اگر اُچٹتے ہوئے آئے اور چہوتے
ہوئے نکل گئے، بے توجہی کی حالت مین یہ نہین ہوتا کہ انسان اپنے گرد وپیش کی چیزون کو دیکہتا یا سنتا نہین
بصارت وسماعت اپنے اپنے کام مین بدستور لگی رہتی ہین، بات صرف اتنی ہوتی ہے کہ اسوقت دماغ
اُن سے کوئی ذرا بھی پائدار اثر نہین قبول کرتا، تہیجات در آور برابر داخل ہوتے رہتے ہین، لیکن دماغ پر

کوئی قابل لحاظ نقش نہین بناتے، بارہا دیکہا ہوگا کہ درجہ مین استاد سبق پڑہا رہا ہے، اور اکثر طلبہ اُسکی
طرف سے بے التفات آپس مین باتین کررہے ہین، اتنے مین استاد نے کوئی دلچسپ قصہ بیان کرنا شروع
کیا، معاً درجہ مین خاموشی چہاگئی، اور سب کے سب اس جانب متوجہ ہوگئے، استاد کی تقریر کے الفاظ اُنکے
کانون مین شروع سے آرہے تھے، لیکن پیشتر چونکہ اُنہین کوئی دلچسپی نہ تھی، اسلئے ان الفاظ سے اُن کے
دماغ مین کوئی مفہومی کیفیت نہین پیدا ہوتی تہی، اور قصہ کے الفاظ چونکہ اُنکے لئے دلبستگی کا سامان رکہتے تھے
اسلئے جونہی اُنکے دماغ تک پہنچے، دماغ نے اُن سے اثر قبول کرنا شروع کیا، اور وہ ہمہ تن توجہ واشتیاق بنگئے۔

نفسیات توجہ مین ایک معرکۃ الآرا مسئلہ یہ ہے کہ نفس ایک وقت مین کتنی چیزون پر توجہ قائم رکہہ سکتا ہے،
علمائے نفس نے اسکے جواب مین بڑی بڑی موشگافیان کی ہین، لیکن اُسکا کہلا ہوا جواب یہ ہے کہ
"صرف ایک پر"۔ یہ بے شبہہ ممکن ہے کہ وہ شے بجائے خود کثیر التعداد افراد یا اجزاء پر شامل ہو، لیکن نفس کے
سامنے موجود ہونے کی حیثیت سے وہ حکم واحد ہی مین داخل ہوگی، انسان ایک ہزار روپیہ پر ایک ہی
وقت مین توجہ بہ آسانی قائم رکہہ سکتا ہے، لیکن کیونکر؟ ہزار روپیون پر فرداً فرداً نہین، بلکہ ایک ہزار کی
مجموعی رقم پر، اور یہ جو اس طرح کے واقعات مشاہدہ مین آتے رہتے ہین، کہ ایک شخص ایک ہی وقت مین
کئی چیزون پر متوجہ ہے، یا مثلاً اس طرح کی روایات کہ جولیس سیزر ایک ساتھ چار چار خط اپنے ساتھیون سے
لکہواتا تہا، اور پانچوان خود لکہتا جاتا تہا، تو اس قبیل کے واقعات مین یہ نہین ہوتا کہ انسان بعینہ آن واحد
مین مختلف اشیاء پر توجہ کرتا رہے، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ مختلف اشیاء پر باری باری اس سرعت کے ساتھ اسکی
توجہ منتقل ہوتی رہتی ہے، کہ سارا سلسلہ بظاہر ایک معلوم ہوتا ہے، بجلی کے شرارے ایک سکنڈ مین بیشمار
تعداد مین خارج ہوتے رہتے ہین، لیکن دیکہنے مین بجلی کی ایک ہی لہر معلوم ہوتی ہے۔

ہر شے اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے، جو شخص نیکی کو پہچانتا ہے، وہ بدی سے بھی واقف ہوتا ہے،
مشغولیت کے ضمن مین ناظرین بے شغلی سے بھی واقف ہوگئے ہونگے، لیکن یہ بے شغلی وبے توجہی کی ایک ایسی

عام کیفیت نفسی ہے کہ اسکے لئے کسی مزید تعارف کی ضرورت نہین، ہر شخص کو روزانہ زندگی مین اسکا تجربہ ہوتا رہتا ہے، آنکھین کھلی ہوئی ہین مگر نظر کسی شے پر قائم نہین، کسی کام مین دل نہین لگتا، بیکاری مین وقت گذر رہا ہے، پلنگ یا آرام کرسی سے اُٹھنے کو جی نہین چاہتا، شعور خفی مین یہ خیال ضرور گذر رہا ہے کہ اُٹھکر فلان فلان کام کرنا چاہیئے، لیکن کاہلی اُٹھنے نہین دیتی، عدم مشغولیت دماغ پر مسلط ہے، فانوس طلسمی (میجک لینٹرن) کی تصویرون کی طرح جلد جلد ایک خیال دوسرے کی جگہ پر خود بخود آتا جاتا ہے اور قوت فاعلی گویا بالکل معطل ہے۔ یہانتک کہ ایک عرصہ کے تعطل و بیکاری کے بعد از خود حرکت پیدا ہوتی ہے، قوت فاعلی از سر نو عود کرتی ہے، اور اسوقت پھر کوئی مشغولیت شروع ہوجاتی ہے، جس توجہ نام ہے، شعور مین انتہائی اجتماع و مرکزیت کا، اسی طرح بے توجہی اس کیفیت نفسی کا نام ہے، جب شعور انتہائی انتشار اور پھیلاؤ کی حالت مین ہو۔

صفحات بالا مین توجہ کی ماہیت نفسی اور اُسکے اہم خصائص معلوم ہوچکے، توجہ کیا ہے، شعور سے اسکا کیا تعلق ہے، اُسکے کتنے اقسام ہین، کن کن حالات و اسباب سے پیدا ہوتی ہے، اسکی تربیت و ترقی کیونکر ہوسکتی ہے، اسکے موانع کیا کیا ہین، ان تمام امور سے ہم واقف ہوچکے، لیکن توجہ کو تعلیم و فن تعلیم سے جو خاص و براہ راست تعلق ہے، اُسکے لحاظ سے یہ مناسب ہوگا کہ خاتمہ پر اسکی تعلیمی تفریعات بھی ایک نظر کرلین، یعنی جو کچھ معلومات حاصل ہوئے ہین، اُنھین فن تعلیم پر چسپان کرکے دیکھین کہ ان سے اس فن کے متعلق کیا کیا نتائج اخذ کئے جاسکتے ہین۔

اس حقیقت سے ہم باخبر ہوچکے ہین کہ نامانوس و غریب اشیاء سے ذہن کو طبعاً وحشت ہوتی ہے اسلئے مانوس اشیاء کو نامانوس اشیا کی تعلیم کا زینہ بنانا چاہیئے، یا دوسرے لفظون مین، اسباق کو آسان سے دشوار، اور معلوم سے نامعلوم کی طرف جانا چاہیئے۔

جو چیزین ہر وقت مشاہدہ و تجربہ مین آسکتی ہین، وہ یقیناً زیادہ صاف، آسان و قریب الفہم ہونگی بمقابلہ اُن مسائل کے جنکا تعلق عقل و فکر سے ہوتا ہے، اس بنا پر کلیۂ بالا کے پہلو بہ پہلو یہ کلیہ بھی قائم کرسکتے ہین، کہ اسباق کو مادیات سے مجردات اور محسوسات سے معقولات کی جانب جانا چاہیئے، بجائے اصل زبان و ادب کی دلچسپیون سے طلبہ کو خوگر کرنے کے، شروع ہی مین اُنکو صرف و نحو کے خشک قواعد و اصول از بر کرانے کے طریقہ کی سخت غلطی ان ہر دو کلیات کو پیش نظر رکھنے کے بعد واضح ہوجاتی ہے

اس نکتہ سے بھی ہم آشنا ہوچکے ہین کہ توجہ و یکسوئی سے دماغ پر کافی بار پڑتا ہے، جسکے متحمل کم عمر طلبہ نہین ہوسکتے، اور عرصہ تک قیام توجہ پر قدرت حاصل کرنے کے لئے کافی مشق و تربیت کی ضرورت ہے، جسکی توقع مبتدیون سے نہین ہوسکتی، اس سے ہم بآسانی یہ نتیجہ نکال سکتے ہین کہ اسباق کی مدت بجائے طویل ہونے کے مختصر ہونا چاہیئے۔

ہمین یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ توجہ کا اصل الاصول ذوق و دلکشی ہے، اور ذوق کا جبر و تشدد سے پیدا ہونا ناممکن ہے، اسلئے بجز چند مخصوص صورتون کے جبکہ سخت گیری لازمی ہوجاتی ہے، عموماً بجائے زد و کوب کے طلبہ کو سمجھا بُجھا کے تعلیم دینا چاہیئے،

ذوق و دلکشی کا سب سے بڑا ضامن ہیجات کا تنوع ہے، تعلیم مین بعینہ اس اصول کو ہم چسپان کرسکتے ہین، اور اس نتیجہ تک یقین کے ساتھ پہنچ سکتے ہین کہ اسباق مین تنوع و تفنن ضرور ملحوظ رکھنا چاہیئے۔
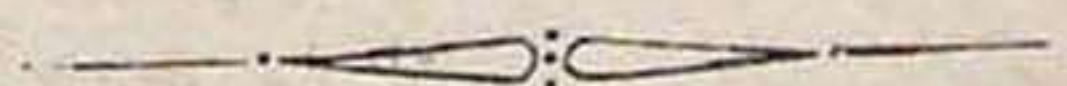
ہندوستان کی گذشتہ اسلامی تعلیمگاہین

(۱)

از مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

صاحب مضمون نے نہایت محنت اور جانکاہی سے ایک رسالہ کی صورت مین یہ مضمون ندوۃ العلما منعقدہ بلگام مین پیش کرنے کے لئے لکھا تھا، لیکن بعض اسباب سے اُن کا جانا نہوا، اسلئے اب یہ معارف مین شایع کیا جاتا ہے، ناظرین پورے مضمون کو پڑھکر اندازہ کرینگے کہ وہ کس تلاش اور محنت کا نتیجہ ہے۔

مسلمانون کے علمی کارنامون کو علامۂ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل کے مختلف مضا مین بہ تفصیل لکھا ہے، مصر، شام، ایران، روم، خراسان، عراق اور افریقہ مین مسلمانون نے جتنے تعلیمی م و مکاتب قائم کئے، علامۂ ممدوح نے ان مین سے ایک ایک کے نام گنائے، اور اُنکے حالات لکھے ہین مگر سرزمین ہند کی نسبت جو ہمارا وطن ہے، ابتک کچھ نہین لکھا گیا، علامۂ مرحوم تو گویا ہندوستان مین اسلا مدارس کے قیام کے ابتداءً قطعی منکر تھے، چنانچہ اپنے رسائل کے مضمون "اسلامی مدارس" مین لکھے

"ہندوستان کے تذکرے مین ہمکو بے خطر کہنا چاہیئے کہ اس سرزمین پر شاید ایک بھی علمی عمارت نہین قائم ہوئی"

لیکن بعد ازین بعض ارباب قلم کے توجہ دلانے پر علامۂ مرحوم نے اپنی اس تحقیق سے رجوع کی اس عبارت پر حاشیہ دیکر طبع ثانی مین یہ الفاظ لکھے۔

"مین اس بات کا اعتراف کرتا ہون کہ میری یہ تحقیق صحیح نہین ثابت ہوئی، ہندوستان مین بہت سے مدارس تعمیر ہوئے تھے گو اب اُنکا نام و نشان نہین رہا"

تاہم اس اعتراف سے اصلی عقدہ نہ کھل سکا، اور اس بحث کی نسبت کوئی تفصیلی علم حاصل نہوا

بڑی ضرورت تھی کہ اس ضروری مضمون کے متعلق جو کچھ معلومات ہون اُنکو یکجا کردیا جائے:

اجمالی اشارات

اسمین شک نہین کہ یہ مضمون جسقدر اہم ہے، اُسیقدر مشکل اور محنت طلب بھی ہے، اولاً اس خاص عنوان کے لئے فارسی تاریخون مین جو کچھ مواد ہین وہ اسقدر منتشر اور ضمنی ہین کہ اُن پر بمشکل نگاہ پڑ سکتی ہے، ثانیاً ان تاریخی کتابون کا طرز تحریر قدیم مذاق تاریخ نویسی کے باعث کچھ ایسا واقع ہوا ہے کہ اگر ہم گذشتہ زمانہ کی تمدنی سیاسی، اور علمی حالات کو اُن مین مبسوط و مفصل طور پر تلاش کرنا چاہین تو اس تلاش مین بڑی ناکامی ہوگی، قدیم تاریخین زیادہ تر دراصل بادشاہون کی سوانحعمریان ہین، جنمین خصوصیت کے ساتھ انکے فتوحات ملکی اور جنگی کارنامے جو اس زمانہ کے سب سے زیادہ قابل توجہ واقعات تھے تفصیل و بسط کے ساتھ مذکور ہوتے ہین، اس بنا پر تاریخ کے صفحات بھی میدان کارزار بنگئے ہین، یہ ظاہر ہے کہ تلوارون کی جھنکار، طبل و بوق کی گونج، اور صف جنگ کے غوغاے رستخیز مین درس و تعلیم کی کمزور آوازین کیونکر سنائی دیسکتی ہین؟

تاہم اگر تاریخی صفحات کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو ان مین بادشاہون کے حالات زندگی کے ضمن مین دوسری قسم کے واقعات بھی ملجاتے ہین، اگر کوئی شخص محنت اور جستجو سے کام لے تو گذشتہ زمانہ کی سیاست، نظم حکومت، طریق عدل و انصاف، تہذیب، و تمدن، اور دیگر ضروری حالات کا اندازہ لگانیکے لئے منتشر طور پر اُسکو کافی واقعات مل سکتے ہین، مین اس رسالہ مین اپنی اسی قسم کی تلاش و جستجو کے نتائج پیش کرنا چاہتا ہون جنکا تعلق محض ہندوستان کے علمی و تعلیمی معاملات سے ہے۔

اس سے پہلے کہ اصل مضمون پر سلسلۂ سخن شروع کیا جائے، چند ایسے اجمالی امور کی تشریح و توضیح کردینا مناسب ہے، جن سے یہ معلوم ہو کہ قدیم فارسی تاریخون مین ہندوستان کے گذشتہ مدارس کے متعلق کیون تصریحی ابواب نہین ملتے، نیز وہ عمارات واماکن کون تھے جن سے تعلیمگاہون کے کام لئے جاتے تھے۔

(۱) مسلمان اپنے مذہبی مذاق کی بنا پر ہمیشہ تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کو مذہبی و دینی شغلہ اور کار خیر
خیال کرتے رہے ہین، وہ طلبار کی امداد، تعلیم کی اشاعت، کتب و اسباب درس و تعلیم کا وقف، مدارس
بنا و تاسیس، علمار کی خدمت و اعانت وغیرہ کو ایک مذہبی حکم اور برکت و فلاح دارین کا باعث سمجھتے رہے
اس بنا پر یہ چیز بھی انکے اور ضروریات زندگی کی طرح انکی زندگی کا لازمی و ضروری جزو ہو گئی تھی، اور
ایک شخص کے روزمرہ اعمال زندگی انکی تاریخ حیات مین خاص طور پر اہمیت کے ساتھ قابل ذکر نہین
سمجھے جاتے تھے بلکہ عام الفاظ مین دوسری ضروریات زندگی کے ساتھ سرسری طور پر مذکور ہوتے ہین، اس
قدیم ایام مین مسلمانون نے تعلیمی سلسلہ مین جو کچھ کارہائے نمایان کئے ہین، انکو قدیم مورخین مخصوص ابواب
و فصول مین نہین بیان کرتے۔

(۲) ہر شخص نے فارسی تاریخون مین سلاطین اسلام کے اعمال زندگی مین عموماً یہ الفاظ پڑھے ہونگے

"درعہد حکومت خود تالابہا و چاہ ہا و پلہا ببستند، و در ہر طرف و دیگر عمارات و بقاع خیر نیز بنا نہادند"

ایسی عبارتون مین عموماً عمارات و بقاع خیر سے مراد مدرسے، مکتب، مسجدین اور خانقاہین ہین

(۳) جیسا کہ آیندہ تفصیلاً معلوم ہوگا، قدیم زمانہ مین تعلیم کے لئے عموماً علٰحدہ عمارتین نہین ہوتی تھین بلکہ
یہ کام مساجد سے لیا جاتا تھا، اس زمانہ کی تمام مسجدین مدارس کا کام دیتی تھین، اسلئے ہر قدیم و سیع
مسجد ایک بڑی درسگاہ تھی یہی سبب ہے کہ ہندوستان کے قدیم اسلامی شہرون مین قدم قدم پر بکثرت
چھوٹی مسجدین ملین گی۔ دلّی، آگرہ، لاہور، جونپور، بیجاپور، احمداباد، گجرات، وغیرہ قدیم اسلامی دارالسلطنت
مین جو عظیم الشان مسجدین تعمیر ہوئی تھین اور جو اتبک باقی ہین، انکی ہیئت کذائی صاف بتاتی ہے کہ انکا
بڑا حصہ تعلیم گاہون کے کام مین آتا تھا، ان مسجدون مین اتبک تمکو صحن کے چارون طرف چھوٹے چھوٹے
حجرون کا وسیع سلسلہ نظر آئیگا، یہ درحقیقت طلبہ اور مدرسین کے رہنے کے مقامات تھے اور انہین سے بعض اتبک اسی کام مین ہین

(۴) قدیم خانقاہین بھی عموماً تعلیم گاہون کے فرائض ادا کرتی تھین، متصوفین اور گوشہ نشین مشائخ نے

اسوقت صرف مجاہدۂ نفس و وظائف ہی کو عبادت نہین سمجھتے تھے، بلکہ علوم معقول و منقول اور ظاہر و باطن
دونون کی تعلیم و تدریس اپنا حقیقی نصب العین خیال کرتے تھے قدیم مشائخ و بزرگان دین کے حالات
مین درس و تدریس کا شغل عموماً نظر آتا ہے، ہر خانقاہ مین تشنہ لبان تصوف و علوم باطن کی طرح
طالبین علوم ظاہر کی جماعت کثیر بھی پائی جاتی تھی، خانقاہون کے لئے حکومت کی طرف سے جو عطیے
یا شخصی اوقاف ہوتے تھے، انکا بڑا حصہ طلبا، پر صرف ہوتا تھا، اس بنا پر قدیم خانقاہون کو بھی مدارس
و مکاتب کے سلسلہ مین شمار کرنا چاہیئے۔

(۵) سلاطین اور بزرگان کرام کی قبرون پر جو مقبرے اور روضے تعمیر ہوتے تھے، انکے ساتھ اردگرد
بہت سے حجرے اور کمرے اسی غرض سے تعمیر ہوتے تھے کہ وہ مدرسون کے کام مین آئین، چنانچہ
مقبرۂ علاؤالدین خلجی اور مقبرۂ ہمایونی وغیرہ کا ذکر آگے آتا ہے، اسوقت بھی جو قدیم مقبرے دلّی، آگرہ،
احمداباد، بیجاپور وغیرہ مین قائم ہین، انکی ہیئت خود انکی تاریخ کو بتا رہی ہے۔

ان اجمالی اشارات کے بعد ان مخصوص عمارات کا ذکر کیا جاتا ہے، جو اس سلسلہ سے الگ خاص
مدارس کے نام سے تعمیر ہوئے، یہ معلومات مختلف کتابون کے منتشر و پراگندہ بیانات سے فراہم کئے گئے ہین۔

ہندوستان مین مسلمانون کی آمد

گو ہندوستان مین مسلمانون کا داخلہ پہلی صدی ہجری کے آخر مین ہوا، لیکن یہ داخلہ پورے ملک
ہند پر موثر نہ تھا، البتہ اتنا ضرور ہے کہ ظلمت کدۂ ہند کے بعض اطراف مین نور اسلام کی شعاعین اسی
زمانہ مین پڑین، لیکن صحیح معنی مین اسلامی حکومت کے قدم سرزمین ہند مین سلطان محمود غزنوی کی
مجاہدانہ مساعی کی بدولت جمے، اور اسلئے اسی وقت سے اسلامی حکومت کا آغاز سمجھنا چاہیئے، سلطان
محمود کی توجہ فتح ہند کی طرف ۳۹۰ھ سے ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ ہندوستان کا بیشتر مغربی حصہ اسلامی
پرچم کے نیچے آگیا، اسلامی فتوحات کی یہ عام خصوصیت ہے کہ پہلے بے شبہہ تیغ و تبر سے کام لینے والی

فوجین بڑہتی ہین، لیکن فتح کے بعد وہ تلوار ہمیشہ اُنکے ہاتھون مین نہین رہتی، بلکہ امن وامان قائم ہوتے ہی ان کے ہاتھون مین کتاب وقلم نظر آتے ہین، جنکے رشحات فیض سے وہ سارے ملک مین علم وفضل کا دریا بہا دیتے ہین،

اولوالعزم سلطان محمود کا دار السلطنت غزنی تہا، ہندوستان کے مفتوحہ علاقون کا طرز حکومت موجودہ زمانہ کی صوبجاتی حکومت کے اصول پر تہا، جہان اسکے امرا جنکو اس زمانہ کے لفٹننٹ گورنر کہیئے نظم ونسق کرتے تھے، اس قدیم زمانہ کی نسبت اگرچہ تصریح کے ساتھ نہین کہا جا سکتا کہ اس دور مین ہندوستان کی تعلیم کے لئے اسلامی حکومت نے کیا انتظام کیا تہا، تاہم اتنا معلوم ہے کہ سلطان محمود علمدوست اور عالم پرست بادشاہ تہا، اسکا دربار علما، حکما، اور شعرا کا مرجع وماوی تہا، اسکو اپنے حدود حکومت مین مدارس ومساجد کے قیام کا بیحد شوق تہا، ۴۰۹ھ کے بعد جب سلطان محمود قنوج سے کامیاب غزنی واپس آیا ہے تو اس نے جامع مسجد اور مدرسہ کی بنیاد رکہی، چنانچہ فرشتہ لکہتا ہے :-

"سلطان چون بفتح فیروزی این سفر مراجعت نمود، فرمود، تا در غزنی مسجد جامع بنیاد نہادند وبعمل عمارت مسجد از سنگ مرمر ورخام مربع ومسدس ومثمن ومدور بر آوردند بطرزیکہ بنیندگان از متانت وطراحی آن متحیر شدند وبعد از اتمام عمارت بموجب حکم بنوعے آنرا بانواع زینت وفرش وقندیل مزین ساختند کہ ظرفاے وقت آن مسجد را عروس فلک می گفتند، ودر جوار آن مسجد مدرسۂ بنا نہادہ وبنفائس کتب وغرائب نسخ موشح گردانیدہ دہات بسیار بر مسجد ومدرسہ وقف فرمود"

(فرشتہ جلد اول حالات محمود غزنوی)

بادشاہ کا یہ مذاق دیکہکر اسکے امرا واعیان دولت بھی اسکی پیروی کرتے تھے جسکی بدولت ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اسکے حدود حکومت مین تعلیم کی کتنی گرم بازاری ہوگی، چنانچہ بیان ماسبق سے متصل

قاسم فرشتہ لکہتا ہے -

"وبمقتضاے الناس علے دین ملوکہم ہریکے از امرا واعیان دولت بہ بناے مسجد ومدارس ورباطات وخوانق مبادرت نمودند -"

پس ایسے عہد حکومت مین یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہندوستان تعلیمی ذرایع واسباب سے خالی ہوگا، بادل جب برستا ہے تو دشت وچمن دونون کو یکسان سیراب کرتا ہے -

مین اس سے ایک اور نتیجہ تک پہنچنا چاہتا ہون وہ یہ کہ اسلامی عہد حکومت مین جیسا کہ تفصیلاً آگے معلوم ہوگا، مساجد کے پہلو بہ پہلو مدارس ومکاتب کے قیام کا عام مذاق پیدا ہوگیا تہا، میرے خیال مین اسکا ذریعہ بھی عہد محمودی ہی تہا، یعنی سلطان محمود اور اسکے امرا کے توسط سے ابتداءً یہ طریقہ ہندوستان مین داخل ہوا اور بعد کو رفتہ رفتہ عام طور پر رواج پا گیا -

سلطان محمود کے بعد اسکا دوسرا لڑکا شہاب الدین مسعود تخت نشین حکومت ہوا، یہ علما کا مربی اور علم پرور بادشاہ تہا، اسکی علمی فیاضیان بہت بڑہی ہوئی تہین، اکثر علما نے اسکے نام سے کتابین لکہین، قاضی ابو محمد ناصحی نے فقہ مسعودی کے نام سے ایک کتاب فقہ احناف مین لکہی اور اسکے نام سے منسوب کی، ابوریحان خوارزمی منجم جو ریاضیات مین بے نظیر تہا، اُس نے قانون مسعودی لکہکر جو انعام پایا اُسکے متعلق فرشتہ لکہتا ہے :-

"ابوریحان خوارزمی منجم کہ علامۂ وقت بود در ریاضیات نظیرے نداشت، قانون مسعودی در علم ریاضی بنام نامی اُو نوشت وفیلے از نقرہ صلہ یافت ۔"

اس نے اپنے حدود حکومت مین بکثرت مدارس قائم کئے، فرشتہ لکہتا ہے -

"در اوائل سلطنت اُو در ممالک محروسہ چندان مدارس ومساجد بنیاد نہادند کہ زبان از تعداد آن عاجز وقاصر است ۔"

پورے پونے دوسو برس کی حکومت کے بعد خسرو ملک بن خسرو شاہ غزنوی کی شکست پر ۵۸۲ھ مین بمقام لاہور امیر شہاب الدین محمد غوری کے مقابلہ مین نصیب ہوئی، حکومت ہندخاندان غزنوی سے خاندان غوری مین منتقل ہوگئی

مدارسِ اجمیر

۵۸۸ھ مین شہاب الدین محمد غوری نے اجمیر کو فتح کیا ہے، مصنف تاج المآثر[لے] (حسن نظامی نیشاپوری) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ شہاب الدین محمد غوری نے اجمیر مین متعدد مدرسے قائم کئے ان مدارس کی تاریخ بنا صحیح طور پر متعین نہین، لیکن سنہ مذکور کے بعد قریب ہی قریب مین ہوگی، اس بنا پر یہ مدرسے ہندوستان کے قدیم ترین مدارس ہین،

مدارسِ دہلی

اسوقت تک ہندوستان کے شاہنشاہی تعلقات غزنی کے ساتھ تھے، شہاب الدین غوری کے بعد قطب الدین ایبک نے ۵۸۹ھ مین لاہور کے بجاے دہلی کو ہند کا دار السلطنت قرار دیا، قطب الدین ایبک کے جانشین شمس الدین التمش ۶۰۷ھ مین تخت نشین ہوا، اس بادشاہ نے خاص دار السلطنت دہلی مین متعدد مدارس قائم کئے، گو تعین و یقین کے ساتھ نہین کہا جاسکتا لیکن قرینہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دہلی کا مشہور و معروف مدرسہ معزی اسی علم پرور بادشاہ کے عہد حکومت کی یادگار ہے، کیونکہ بدایون مین بھی شمس الدین التمش نے اپنے ایام امارت مین ایک مسجد اور اسکے متصل مُعزّی نامی مدرسہ قائم کیا تھا، قرینہ یہ ہے کہ اس نے یہ مدارس اپنے آقاے ولی نعمت شہاب الدین غوری"، جسکا اصلی نام معز الدین محمد غوری تھا، کے نام پر قائم کئے تھے، سلطانہ رضیہ بنت شمس الدین التمش کے عہد حکومت مین جب قرامطہ نے دہلی پر یورش کی تھی تو حسب بیان مصنف طبقات ناصری وہ اس مدرسہ کے قریب تک گھس آئے تھے، یہ

لے یہ ہندوستان کی سب سے قدیم فارسی تاریخ ہے، اسکا ایک قلمی نسخہ حیدر آباد دکن کے کتبخانہ آصفیہ مین ہے۔

زمانہ ۶۳۵ھ کا تھا، مدرسہ معزی دہلی کے ایک مدرس مولانا بدر الدین اسحاق بخاری تھے جو معقول منقول مین اپنے وقت کے سرآمد روزگار تھے۔

اس عہد کے بعد دہلی مین ایک اور عظیم الشان مدرسہ کا پتہ چلتا ہے، جسکا نام مدرسہ ناصریہ تھا، یہ مدرسہ ناصر الدنیا والدین شہزادہ محمود بن سلطان شمس الدین التمش کے نام پر قائم کیا گیا، طبقات ناصری کے مصنف سراج الدین عفیف اس مدرسہ کے مہتمم اور نگران تھے، مصنف نے یہ کتاب بھی اسی شہزادہ کے نام پر لکھی تھی،

مدرسہ مقبرۂ علاء الدین خلجی[لے] یہ مدرسہ مسجد قوۃ الاسلام اور قطب صاحب کی لاٹ کے متصل واقع تھا ۷۱۵ھ مین علاء الدین خلجی کا انتقال ہوا، اسکے بعد سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی نے غالباً ۷۱۶ھ مین یہ مقبرہ بنوایا، مقبرہ، مدرسہ اور مسجد سب کی مرمت فیروز شاہ نے اپنے عہد حکومت مین کی، صندل کے چھپر کھٹ چڑھائے، صحیح طور پر نہین کہا جاسکتا کہ یہ مدرسہ کب قائم ہوا، اگر قطب الدین مبارک شاہ نے مقبرۂ علائی کے ساتھ بنوایا تو اسکا سنہ بنا ۷۱۶ھ ہوگا، اور اگر مسجد قوۃ الاسلام کے ساتھ اسکی بنیاد پڑی تو ۵۸۹ھ تاریخ بنا ہوگی، کیونکہ اسی سال قطب الدین ایبک نے اس مسجد کی بنیاد ڈالی تھی، پھر ۶۲۷ھ مین سلطان شمس الدین التمش نے بھی اس مسجد پر تین تین محرابون کا اضافہ کیا، اور اصل لاٹ پر بھی پانچ درجے زیادہ کئے، ممکن ہے کہ مدرسہ کی بنیاد اسی سلسلہ تعمیرات مین پڑی ہو، اسلئے ٹھیک تاریخ بنا نہین بتائی جاسکتی، میرے خیال مین دوم اور سوم عہد کو ترجیح ہے، عہد اول مین صرف مقبرہ کی تعمیر ہوئی۔

دہلی مین ایک مدرسہ حوض خاص[کے] مشہور مدرسہ تھا، حوض دراصل سلطان خلجی کا بنوایا ہوا تھا اس نے اپنے تخت نشینی کے سال ۶۹۶ھ مین بنوایا تھا، فیروز شاہ کے زمانہ مین یہ حوض مٹی سے بھر گیا تھا، بادشاہ فیروز نے اُسکو صاف کرایا، جہان جہان مرمت کی ضرورت تھی مرمت کیگئی، اور تقریباً ۷۵۵ھ مین

لے فتوحات فیروز شاہی کے ایضاً۔

اسکے اوپر ایک مدرسہ قائم کیا جسمین مشہور مدرسین جمع کئے گئے، اس مدرسہ کے صدر مدرس سید [illegible] بن جمال حسینی تھے، انکا انتقال ۹۰۰ھ مین ہوا اور اسی مدرسہ کے صحن مین دفن کئے گئے۔

مدرسہ **فیروز شاہی**، دہلی کا یہ سب سے مشہور اور اپنے عہد کا بہترین مدرسہ تھا، فیروز شاہ نے [illegible] مدرسہ فیروز آباد دہلی مین ۷۵۳ھ مین قائم کیا تھا، ضیاء برنی نے اسکی تعریف مین صفحے کے صفحے سیاہ کئے ہین، لکھتا ہے،

"یہ مدرسہ اپنی شان و شوکت، خوبی عمارت و موقع اور حسن انتظام و تعلیم کے لحاظ سے تمام مدارس ہند مین سب سے بہتر اور عمدہ ہے، مصارف کے لئے شاہی وظائف مقرر ہین"

طرز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ کے متصل مسجد بھی تھی، مولانا جلال الدین رومی اس مدرسہ [illegible] مدرس دینیات تھے۔

مدرسہ **بالا بند آب سیری**، یہ مدرسہ دراصل ایک شاہی عمارت مین واقع تھا، ضیاء برنی لکھتا ہے [illegible] مدرسہ فیروز شاہی کی عمارت سے دہلی کی کوئی عمارت حسن عمارت و موقع مین اگر مقابلہ کرسکتی ہے تو وہ یہی [illegible] بالا بند آب سیری کی عمارت ہے، اسکے بعد ضیاء برنی لکھتا ہے۔

"مولانا سید الائمہ و العلماء نجم الملۃ و الدین سمرقندی کہ از نوادر اساتذہ است، در آن عمارت مبارک مدرس گشتہ۔"

اسکے لئے کچھ وقف اور شاہی وظیفہ مقرر کردیا گیا تھا، نیز بہت سے طلباء کی کفالت کیجاتی تھی وہ استاد مذکور سے فیض تعلیم حاصل کرتے تھے۔

ماہ صفر ۷۷۶ھ مین سلطان فیروز شاہ نے اپنے بیٹے شہزادہ فتح خان کی وفات پر اسکے مقبرہ [illegible] ساتھ ساتھ بطور کار خیر و ایصال ثواب ایک مدرسہ[1] بھی قائم کردیا جسکے اخراجات کا مدار شاہی وظائف پر [illegible]

[1] تاریخ فرشتہ آثار الصنادید۔

ہمایون کا عہد حکومت تقریباً ۹۳۵ھ سے شروع ہوتا ہے، اس نے علوم و فنون کی ترقی مین اگلے بادشاہون سے کچھ کم کوشش نہین کی، ہمایون علوم کا عاشق اور شیفتہ تھا، علم ہیئت و جغرافیہ سے اسکو خاص مناسبت تھی، اس نے طبائع عناصر پر ایک خاص رسالہ لکھا تھا، کرے اور سطرلاب جو عموماً مدارس ہند مین آج نظر آتے ہین، یہان ابتداءً انکا رواج دینے والا بھی یہی ہمایون ہے، اس نے خود ایک خاص قسم کا اسطرلاب ایجاد کیا تھا جو اسطرلاب ہمایونی کے نام سے مشہور ہے، چنانچہ ہمارے دار العلوم ندوہ کے کتبخانہ مین ایک سطرلاب موجود ہے جسپر صانع کی یہ عبارت کندہ ہے۔

عمل ضیاء الدین محمد بن قاسم محمد ابن ملا عیسیٰ ابن شیخ الہداد اسطرلابی ہمایونی لاہوری فی سنہ ۹۹۰ھ

ہمایون نے دہلی مین ایک مدرسہ قائم کیا جسکے ایک مدرس شیخ حسین تھے، لوگون کو یہ عام طور پر معلوم نہین کہ ہمایون کے مقبرہ کے اوپر جو چھت تھی وہ دراصل ایک مدرسہ[1] تھا جسمین بڑے بڑے اساتذۂ وقت تعلیم دیتے تھے، اور مقبرہ کے پہلو مین چھوٹے چھوٹے کمرے طلباء کی اقامت کے لئے بنے ہوئے تھے۔

عہد اکبری مین ماہم بیگم نے جو اکبر اعظم کی مرضعہ تھین، ۹۶۹ھ مین پرانے قلعہ کے پاس مغربی دروازے کے مقابل مین ایک مسجد اور مدرسہ بنوایا، مدرسہ کا نام **خیر المنازل** رکھا گیا جسپر یہ کتبہ لگا ہوا تھا

بدوران جلال الدین محمد   کہ باشد اکبر شاہان عادل
چو ماہم بیگم عصمت پناہی   بنا کرد این بنا بہر افاضل
ولے شد ساعی این نفعہ خیر   شہاب الدین احمد خان باذل
زہے خیریت این خیر منزل   کہ شد تاریخ او خیر المنازل

جلوس اکبری کے آٹھوین سال اکبر پر حملہ کرنیکی جو کوششین کی گئین وہ اسی کے قرب و جوار کا واقعہ تھا، گو اب یہ مدرسہ کہنڈر ہے لیکن آج بھی اُسکے باقیماندہ آثار اسکی گذشتہ عظمت و شوکت کو

[1] آثار دہلی از اسٹیفن۔

یاد دلاتے ہین،

شیخ عبدالحق محدث دہلوی جو جہانگیر کے عہد مین تھے، اخبار الاخیار مین ایک مدرسہ کا ذکر کر[illegible]
جہان اُنھون نے تعلیم پائی تھی، اس مدرسہ مین تعلیم کا وقت صبح سے دوپہر تک اور ظہر کے بعد سے [illegible]
مقرر تھا، چنانچہ شیخ موصوف روزانہ اپنے گھر سے انہین اوقات مین مدرسہ جایا کرتے تھے۔

دلّی کی جامع مسجد عہد شاہجہانی کی صرف تعمیری یادگار نہین بلکہ اس سلسلہ مین اور [illegible]
چند اور رفاہ عام کی عمارتین بھی ہمیشہ یادگار زمانہ رہین گی، جیساکہ اسٹیفن نے لکھا ہے، مسجد کے [illegible]
رخ پر شاہی شفاخانہ قائم تھا، جہان غربا اور مسکینون کے لئے علاج کے تمام اسباب و سامان مہیا [illegible]
سکے گئے تھے، مفت علاج کیا جاتا تھا، اور دوائین بھی بلاقیمت تقسیم کیجاتی تھین، مسجد کے جنوبی [illegible]
شاہی مدرسہ تھا اس مدرسہ کا سال بنا تخمیناً ۱۰۶۰؁ھ عہد شاہجہانی ہے، یہ مدرسہ گردش روزگار [illegible]
ہاتھون ۱۸۵۷؁ء کے غدر کے بہت پہلے سے ویران پڑا ہوا ہے، اس عظیم الشان مدرسہ کا نام دارالب[illegible]

بہادر شاہ کے عہد حکومت مین ایک نیا مدرسہ دلّی مین قائم ہوا، جسکے بانی امیر غازی الدین [illegible]
فیروز جنگ تھے، مرحوم اپنے مدرسہ ہی مین مدفون ہوئے، سال وفات ۱۱۲۰؁ھ ہے، امیر غازی ال[illegible]
نواب آصفجاہ بانی خاندان حیدرآباد دکن کے والد بزرگوار تھے، یہ وہ علم پرور خاندان ہے جسکے فیض کر[illegible]
آج بھی ہندوستان کا گوشہ گوشہ سیراب ہو رہا ہے، امیر غازی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے ان مجو[illegible]
ومعتمد امرا مین تھے جو دربار بہادر شاہی کے بھی معتمد رکن رہے، امیر غازی الدین نے یہ مدرسہ اجمیر[illegible]
دروازہ کے قریب قائم کیا تھا، مدرسہ کی عمارت کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی، اس مدرسہ کی شکس[illegible]
عمارت مین ابھی تک ایک خوبصورت دروازہ باقی ہے جو ایسے مقام پر بیچا تا ہے جسکی ظاہری حا[illegible]
یہ بتاتی ہے کہ وہ مدرسہ کا مطبخ تھا،

نواب اعتماد الدولہ فضل علیخان لکھنؤ نے اس مدرسہ کے خرچ کے واسطے ایک لاکھ ستر ہزار [illegible]

انگریزی کمپنی کو دیئے تھے، چنانچہ کمپنی کی طرف سے مقبرہ کی دیوار پر اُنکے نام کا ایک کتبہ لگایا گیا جسکی عبارت یہ ہے

کتبۂ مقبرہ غازی الدین خان

نہ بر لوح نقشے بماند ولیک　　　جزای عمل ماند و نام نیک

"بیاد حسنات نواب اعتماد الدولہ ضیاء الملک سید فضل علیخان بہادر سہراب جنگ کہ یک لک
و ہفتاد ہزار روپیہ برای ترقی علوم در مدرسہ ہذا واقع دہلی خاص مولد و موطن خویش بصاحبان کمپنی
انگریز بہادر تفویض نمودہ اند منقوش گردیدہ ۱۸۲۹؁ء"

محمد شاہ کے عہد حکومت مین نواب شرف الدولہ ارادت خان نے ایک مدرسہ اور اسکے ساتھ
ایک مسجد بنوائی، اس مدرسہ کا سال بنا ۱۱۳۵؁ھ ہے، مسجد پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے،

درزمان شہ خورشید سریر　　　ظل حق ماہ زمین شاہ زمان
ناصر الدین محمد شاہ است　　　تیغ اُو کفر شکن در دوران
شرف الدولہ بنا فرمودہ است　　　مسجد و مدرسۂ عالی شان
این دو بیت الشرف علم و عمل　　　ہمچو سعدین فلک کردہ قران
سال تاریخ بنا گفت خرد　　　قبلۂ حج ارادت کیشان

دلی کا سب سے آخر الذکر لیکن کثیر المنافع مدرسہ شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی کا ہے، یہ شاہ ولی اللہ
صاحب محدث دہلوی کے پدر بزرگوار اور فتاوی عالمگیری کے جامعین مین تھے، یہی مدرسہ تھا جسکے آغوش
مین شاہ ولی اللہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی، شاہ اسمعیل، شاہ اسحاق، شاہ
عبدالقادر وغیرہ علمائے کرام پل کر جوان ہوئے، اور آخر باری باری سے اسکے مسند درس پر متمکن ہوئے
یہی وہ سرچشمۂ فیض ہے جہان سے حدیث نبوی کے برکات تمام گوشہ ہاے ہند مین پھیلے، اس مدرسہ
کی لٹی ہوئی یادگار اب تک دلی مین باقی ہے۔

(باقی)

موجودہ مشرقی کتبخانے

(۲)

از مولانا عبد السلام ندوی

علمی انجمنون کے کتبخانے مصر مین بہت سے کتبخانے علمی انجمنون سے تعلق رکہتے ہین جنمین اہم کتبخانے حسب ذیل ہین،

کتبخانہ مجمع علمیہ مصریہ اس کتبخانے مین ۲۳۰۰۰ کتابین ہین، جنمین زیادہ تر فرنچ، انگریزی اور اٹالین زبانون مین ہین، اور عربی زبان کی کتابین کم ہین، اکثر کتابین تاریخ، جغرافیہ، ریاضیات علم ... اور زراعت وضاعت کی ہین،

کتبخانہ جمعیتہ جغرافیہ خدیویہ اس مین زیادہ تر فرنچ زبان مین جغرافیہ بالخصوص افریقہ کے جغرافیہ کی ۵۰۰۰ جلدین ہین، اس جمعیت جغرافیہ نے مشرق ومغرب مین جو جغرافیانہ تحقیقات کی ہے اسکی مفصل رپورٹ بھی موجود ہے، اور ایک قابل قدر چیز خیال کیجاتی ہے،

سرکاری دفاتر کے کتبخانے مصر کا کوئی محکمہ کتبخانے سے خالی نہین، لیکن اکثر کتابین وہ ہین جو سرکاری امور سے تعلق رکہتی ہین، البتہ بعض کتبخانون مین علوم وفنون کی کتابین بھی ہین،

محکمہ نظارت نافعہ کا کتبخانہ پبلک ورکس کے دفتر مین یہ کتبخانہ قائم ہے، اسمین انگریزی، فرنچ اور عربی زبان کی ۴۰۰۰ کتابین ہین، جو زیادہ تر اس محکمہ کے ساتھ تعلق رکہتی ہین، ۲۵۰ سرکاری رپورٹین، اور آثار عربیہ اور ہندیہ کی کتابین ہین، ۳۲۰ کتابین جیالوجی، میکانک، اور کانکنی سے متعلق ہین، ۱۵۰ آبپاشی پر ہین، ۱۴۰ سفرنامے، اور سرکاری مردم شماریان ہین، اور بقیہ کتابین

فن تعمیر اور ہندسہ وغیرہ کی ہین،

محکمہ جنگ کا کتبخانہ اسمین فرنچ، انگریزی عربی، اٹالین، اور جرمن زبان کی تقریباً ۵ ہزار کتابین ہین، جو مصر، سوڈان اور انکے قرب وجوار کے ملکون کی تاریخ، جغرافیہ، اور اقتصاد وسیاسی سے تعلق رکہتی ہین،

اسکندریہ کے کتبخانے بطالسہ ہی کے زمانہ سے اسکندریہ خاص طور پر اپنے مشہور کتبخانے کی وجہ سے مشہور ہے، لیکن یہ کتبخانہ بار بار کی آتشزدگی سے برباد ہوگیا، اور اب اسکا عین واثر باقی نہین، تمدن اسلامی نے بھی اپنے عہد عروج مین اسکی تلافی نہین کی، کیونکہ خلفاء وسلاطین نے جو عظیم الشان کتبخانے قائم کیے وہ قاہرہ مین کیے جو انکا دار السلطنت ومستقر حکومت تہا، جدید دور مین جو نئے پبلک کتبخانے قائم ہوے وہ بھی حسب عادت قدیمہ قاہرہ مین ہوئے، اور اسکندریہ سنہ ۱۸۹۲ء تک اس فخر سے محروم رہا،

میونسپلٹی کا کتبخانہ لیکن جولائی سنہ ۱۸۹۲ء مین ممبران میونسپلٹی نے ایک پبلک کتبخانہ قائم کیا اور یورپین کتابون کا مہتمم سوئٹزرلینڈ کے ایک شخص کو، اور عربی کتابون کا مہتمم شیخ احمد ابو علی الازہری کو مقرر کیا یہ کتبخانہ ابتدا مین اسکندریہ کے میوزیم کی عمارت مین تہا، پھر خود میونسپلٹی کی عمارت مین منتقل ہوگیا اسوقت اسمین یورپین زبانون کی صرف چند کتابین تہین، لیکن شیخ احمد نے عربی کتابون کی تعداد مین اضافہ کرنا چاہا، میونسپلٹی کے چیرمین، یوسف شکور باشا نے ان سے اتفاق کیا اور خود سلطنت سے اسکے متعلق سلسلہ جنبانی کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خود سلطنت نے ۱۴۱۳ عربی کتابین مطبع بولاق کی مطبوعہ کتبخانے کو ہدیتہً دین، یہ پہلا دن تہا کہ کتبخانے مین عربی زبان کی شاخ قائم ہوئی، اسکے بعد یورپین اور عربی کتابون کا اضافہ ہوتا رہا، اور انکی تعداد ۱۹۰۳ء تک ۱۶۱۹۲ تک پہنچ گئی جسمین ۱۲۰۵۳ کتابین عربی کی اور ۴۱۴۸ کتابین یورپین زبانون کی ہین، یہ کتبخانہ، کتبخانہ خدیویہ کی طرح ہمیشہ پبلک کیلئے

کھلا رہتا ہے، اور اُسمین بہت سی نادر کتابون کا ذخیرہ موجود ہے[1]،

کتبخانہ عباسیہ اس کتبخانے کی بنیاد اس طرح قائم ہوئی کہ اعیان اسکندریہ مین حاج علی شنا کے پاس بہت سی کتابین تہین، جنکو اُنھون نے فروخت کرنا چاہا، لیکن شیخ عبدالفتاح نے انکو رضامند کر دیا کہ وہ انکو وقف کر کے سیدابی العباس مرسی کی یادگار مین ایک کتبخانہ قائم کردین، اُنھون نے اس راے سے اتفاق کیا، اور شیخ عبدالفتاح اور محمد آفندی توفیق نے بھی بہت سی کتابین دین، جنکو مسجد ابی العباس مرسی مین کتبخانے کی شکل مین جمع کیا گیا، اسکے بعد جب علماے اسکندریہ نے اپنا اجتماعی نظام قائم کیا تو اس کتبخانہ کو اپنے ہاتھ مین لیلیا، اور اسکو بہت کچھ وسعت دی، بہت سے لوگون نے اس کتبخانہ کی اعانت کی، اب اسمین مختلف علوم وفنون کی ۶۵۵۰ کتابین ہین،

قصبات اور دیہات کے کتبخانے اسکندریہ اور مصر کے قصبات اور دیہات کی مساجد مین اگرچہ بہت سے کتبخانے قائم ہین، لیکن ان مین صرف طنطا کا کتبخانہ احمدیہ قابل ذکر ہے، اس کتبخانے کو شیخ ابراہیم الظواہری شیخ جامع احمدی نے سنہ ۱۶۹۸ مین قائم کیا، اور اسکا ایک خاص مہتمم مقرر کیا، اس کتبخانہ مین چھ ہزار جلدین ہین، جنمین ۱۲۰۰ قلمی ہین، اور بعض نادر کتابین بھی ہین،

کتبخانہ خلیل آغا یہ کتبخانہ درحقیقت کتبخانہ احمدیہ کا ضمیمہ ہے، جسکو خلیل آغا نے وقف کیا، اسمین ۳۰۰۰ کتابین ہین اور اکثر قلمی ہین،

مصر کے پرائیوٹ کتبخانے تمدن اسلام کے عہد عروج مین مصر مین پرائیوٹ کتبخانے بہ کثرت تھے، کیونکہ کوئی مصنف ایسا نہ تھا جو اپنی ضروریات کے لئے کتابون کا سرمایہ نہ رکھتا ہو، یہ کتابین جب انکے ہاتھ آتی تہین تو یہ لوگ ان پر اپنا نام بقید تاریخ لکھدیتے تھے، ان کتابون پر وہ نوٹ

[1] اصل مین ان کتابونکی فہرست بھی دی ہے، اور دوسرے کتبخانون کی نوادر کتب کا نام بھی لکھا ہے، لیکن ہم نے بخوف تطویل انکو چھوڑ دیا ہے۔

اور حاشیے چڑھاتے تھے، اور جب اُنکا انتقال ہوجاتا تہا تو انکا کتبخانہ یا تو فروخت ہوجاتا تہا یا اُنکے ورثہ مین تقسیم ہوجاتا تہا، اس طرح ایک شخص کا علمی سرمایہ بیسیون آدمیون کے قبضہ مین چلا جاتا تہا، اس قسم کے مشاہیر کی قدیم کتابین جن پر اُنکے ہاتھ کے نوٹ اور حاشیے لکھے ہوے ہوتے تھے اُنکے انتساب سے ایک قیمتی یادگار خیال کیجاتی تہین، اور اب تک بعض پرائیوٹ کتبخانون مین یہ جواہرات موجود ہین،

اس قسم کے چند پرائیوٹ کتبخانے اب صرف قسطنطنیہ مین رہ گئے ہین، ورنہ اور جتنے پرائیوٹ کتبخانے ہین وہ دور جدید کی یادگار ہین،

گذشتہ صدی کے نصف اول مین کتبخانہ خدیویہ کی تاسیس اور مطبوعات جدیدہ کی کثرت اشاعت نے جدید علمی گروہ کی توجہ غیر معمولی طور پر اسطرف مبذول کردی، اسلئے بکثرت پرائیوٹ کتبخانے قائم ہوئے، ان مین سے اسوقت ہم اُن کتبخانون کا جو کتابون کی کثرت اور ندرت سے اہمیت خاص رکھتے ہین، ذکر کرتے ہین،

خزانہ تیموریہ یہ کتبخانہ احمد بن اسمعیل بن محمد کی طرف منسوب ہے، انکے والد نے ایک نہایت عمدہ کتبخانہ قائم کیا تہا جو اُنکے انتقال کے بعد برباد ہوگیا، لیکن اُنکے بیٹے نے یہ کمی پوری کردی، اور نہایت سرگرمی اور فیاضی کے ساتھ ۷۰۶۸ کتابین جمع کین، انکو ایک ہال مین مرتب کیا، اور اُنکی ایک مفصل فہرست مرتب کی،

اس کتبخانے مین بہت سی قلمی نادر کتابین ہین، ۵۷۲ کتابین ایسی ہین جو دسوین صدی ہجری کے پہلے کی لکھی ہوئی ہین، بہت سی کتابین ایسی ہین جن پر مشاہیر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریرین ہین،

کتبخانہ زکیہ احمد زکی باشا سکریٹری مجلس وزراء (نظار) مصر کے مشہور علمی آدمی ہین، یہ کتب خانہ انہین کی طرف منسوب ہے، اور اسکو انھون نے نہایت محنت اور جانفشانی سے تیس سال کی

مدت مین جمع کیا ہے، اسمین مختلف علوم و فنون کی پانچ ہزار کتابین ہین، اور اسکی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اسمین مستشرقین یورپ کی تصنیفات کا بہت بڑا حصہ موجود ہے، مصر، شام، یورپ اور ہندوستان کی مطبوعہ عربی کتابین بھی بکثرت موجود ہین، چند نادر قلمی نسخے بھی ہین،

کتبخانۂ آصفیہ یہ کتبخانہ محمد بک آصف بن علی پاشا کی طرف منسوب ہے، اور اسمین ۶۰۰۰۰ قلمی اور مطبوعہ کتابین ہین، جنمین ۴۰۰۰ عربی اور ۲۰۰۰۰ فرنچ اور ترکی مین ہین، اس کتبخانہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سولہوین صدی سے آج تک مستشرقین یورپ نے عربی زبان کی جو کتابین شایع کی ہین وہ کل اس کتبخانے مین موجود ہین، فرنچ اور ترکی مین زیادہ تر کتابین، مصر، دولت عثمانیہ اور مشرق قریب کے سیاسی اور تمدنی حالات کے متعلق ہین،

کتبخانۂ جلیار دوبک یہ کتبخانہ، مصر، شام، اور فلسطین کی تاریخ، جغرافیہ اور سفرنامون کا بہترین مجموعہ ہے، کتابون کی تعداد ۹۰۰۰ ہے جو اکثر فرنچ مین ہین، اور بعض عربی، انگریزی، اتالین اور دوسری یورپین زبانون مین ہین، فرانس کی مطبوعہ کتابون کا بھی کافی ذخیرہ ہے، اور مذاہب مشرقیہ کے متعلق بھی بہت سی کتابین ہین،

کتبخانۂ احمد بک الحسینی یہ ایک نہایت عمدہ، مرتب اور منتظم کتبخانہ ہے، ہر شخص اسمین جاکر کتابون کا مطالعہ کرسکتا ہے، اور ہفتہ کے مقررہ دنون مین نقل لے سکتا ہے، کتابون کی تعداد ۴۸۰۰ ہے جنکا اہم حصہ فقہ، قانون، ادب اور تاریخ کے متعلق ہے،

کتبخانۂ علی پاشا رفاعہ رفاعہ پاشا طہطاوی ایک مشہور شاعر اور ادیب تھے، جنھون نے ایک کتبخانہ قائم کیا تھا جو ایک ہزار مجلدات پر مشتمل تھا، اور ان مین اکثر قلمی کتابین تھین، انکے بیٹے علی پاشا نے اس کتبخانہ مین اور کتابین شامل کین، اسمین مثل السائر کا ایک نسخہ خود مولف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے،

مصر مین انکے علاوہ اور بھی متعدد پرائیوٹ کتبخانے ہین جنکی تفصیل معلوم نہین،

قبطیون کے کتبخانے قبطیون کے جو گرجے مصر کے اطراف مین قائم تھے، اُن مین متعدد کتبخانے تھے، جو قبطی، یونانی، اور سریانی زبان مین، زیادہ تر مذہبی کتابون پر مشتمل تھے، اسکے بعد جب قبطیون نے عربیت اختیار کی تو ان مین عربی کتابون کا بھی اضافہ ہوا، لیکن قرون مظلمہ مین جب مشرق بالکل خواب غفلت مین سرشار ہوگیا تو یہ گرجے بھی خواب فراموش ہوگئے، تمدن جدید کا ابتدائی زمانہ شروع ہوا اور یورپ نے مشرقی آثار کی جستجو کی، تو اس نے سب سے پہلے اپنی کوششون کا جولانگاہ انہین گرجون کو قرار دیا، اور مشرقی زبانون مین جو قلمی کتابین تھین، اُنکو اڑا لیگئے، اسی طرح مصر مین اور لوگ بھی کتابون کی جستجو مین آے اور بہت سی قدیم کتابین لیگئے، کیتھولک مذہب کا جو مشن مصر مین اتحاد کلیسائی قائم کرنے کے لئے آیا، وہ اپنے ساتھ بہت سی کتابین لیگیا، جو فاتیکان کے میوزیم بورجیا مین موجود ہین، انگریزی مشنریون نے بھی ایسا ہی کیا، اور دوسرے لوگون نے بھی یہی روش اختیار کی، اس طرح جب ان کتابون کا بہت بڑا حصہ یورپ کے کتبخانون مین پہنچگیا تو قبطیون نے آنکھین کھولین اور بچی کھچی کتابون کو جمع کرنا شروع کیا، اس طرح تقریباً ۲۰۰۰ کتابین جمع ہوگئین جو قاہرہ کے دار البطریرکیہ مین محفوظ ہین، ان کتابون مین اکثر قلمی کتابین ہین جو قبطی اور عربی زبان مین مذہب کے متعلق ہین، ان مین بہت سی تاریخی کتابین ہین جو کلیسا اور پادریون کے حالات مین ہین، اسی طرح کیتھولک قبطیون کا ایک کتبخانہ ہے جسمین اکثر مذہبی کتابین، لیٹن، یونانی اور قبطی زبانون مین ہین، اسمین تورات کا ایک نہایت قدیم نسخہ ہے جو مختلف زبانون مین ہے،

کتبخانۂ دیر طور سینا گرجون کے کتبخانون مین ایک قدیم کتبخانہ دیر طور سینا ہے، جسمین مختلف زبانون مین عیسائیون کی مذہبی کتابین محفوظ ہین، کتابون کی تعداد ۳۵۰۰ ہے، جنمین ۷۰۰ عربی زبان مین ہین، اکثر قدیم قلمی نسخے ہین، اسمین انجیل کا ایک نہایت قدیم ٹکڑا ہے جو عیسائیت کے ابتدائی زمانہ مین سریانی زبان مین لکھا گیا ہے،

اس کتبخانے مین عربی کی قلمی کتابین قابلِ ذکر نہین، لیکن لیڈی بوکس نے حال مین قرآن مجید کی
چند آیتون کا اکتشاف کیاہے جو پرانے چمڑون پر لکھی ہوئی ہین، انمین عربی کی آیتون کو مٹا کر
اوپر سریانی کی تحریر ہے، لیڈی موصوفہ کا یہ خیال ہے کہ یہ آیتین حضرت عثمانؓ کے جمع قرآن سے
زمانہ سے پہلے کی لکھی ہوئی ہین، لیکن اسکا ثبوت مشکل ہے،

شام کے کتبخانے اسلام کے قبل اور اسلام کے بعد شام کتبخانون کا بہت بڑا مرکز تہا، شام کا کوئی
شہر رومی سلطنت کے زمانہ مین مدارس سے خالی نہ تہا، اور ان مدارس مین لازمی طور پر کتبخانے
ہوتے تھے، قرون وسطی مین گرجے کتب خانون اور مدرسون کا مرکز قرار پائے، اسلام کا دور
تو امرار، سلاطین، وزرار، اور اعیان سلطنت کے محلون مین بکثرت کتبخانے قائم کئے گئے، اسکے
مصر کی طرح شام پر بھی جہالت کی گہٹا چہا گئی، اور ان قیمتی یادگارون کا بچا کہچا ذخیرہ صرف
گرجون، مسجدون اور مدرسون مین رہ گیا، اہل علم نے جدید دور مین اُنکے تحفظ مین اہتمام بلیغ
اور اب شام کے مختلف شہرون مین جو کتبخانے موجود ہین اُنکی تفصیل حسب ذیل ہے،

دمشق کے کتبخانے تمدن اسلام کے دورِ ترقی مین دمشق مین بکثرت مدارس ومساجد تہین، اور ان
کوئی مسجد اور کوئی مدرسہ کتبخانے سے خالی نہ تہا، لیکن دور مظلمہ مین یہ تمام کتبخانے برباد ہوگئے
اسوقت ان قدیم کتبخانون مین صرف جامع اموی کا کتبخانہ موجود ہے، اس کتبخانہ کا ایک حصہ حضرت
یحیی علیہ السلام کی قبر کے پاس، اور کچھ حصہ قبۃ المال مین تہا، لیکن ۱۸۹۳ء مین جب جامع مسجد مین
آگ لگی تو یہ حصہ جل گیا، صرف وہ حصہ جو قبۃ المال مین تہا بچ گیا، یہ کتبخانہ اب بالکل مقفل ہے
ایک انگریزی سیاح راجرس نامی کو گذشتہ صدی کے وسط مین اُسکے دیکھنے کی اجازت ملی تھی
اور غالباً اس نے بعض کتابین بھی نقل کی تہین، سب سے اخیر مین ایک مدت تک برن فان سوڈن
پروفیسر برلن یونیورسٹی کو اُسکے دیکھنے کا موقع ملا، پروفیسر موصوف انجیل کے ایک قدیم نسخہ کی

جو یونانی زبان مین تہا، جستجو کرتا تہا، اس غرض سے وہ اس صدی کے اخیر مین دمشق پہنچا، اور اسکو
خیال ہوا کہ اسی کتب خانہ مین رومن سلطنت کی بقیہ یادگارون مین یہ نسخہ اسکو مل سکیگا،
اس خیال سے اس نے جرمن گورنمنٹ کے ذریعہ سے اجازت حاصل کرنا چاہی اور صدی کے
اخیر مین سلطنت عثمانیہ کی اجازت سے اعیان کی ایک جماعت کے سامنے یہ کتبخانہ کھولا گیا اور
پروفیسر موصوف نے اسمین مختلف زبانون کی نہایت قدیم مذہبی کتابین دیکہین،

اسی طرح تمام مساجد، مدارس اور گرجون مین بہت سے کتبخانے تھے جو اخیر صدی مین برباد
ہوگئے، اور گذشتہ صدی تک بہت کم کتبخانے باقی رہ گئے، بعض عہدہ داران سلطنت نے صدی کے
وسط مین ان متفرق کتبخانون کو ایک کتبخانہ کی صورت مین جمع کرنا چاہا، لیکن یہ تمام لڑیان ایک
موتی مین پروئی نہ جا سکین، صرف مدحت باشا ابی الاصلاح نے ۱۸۷۸ء مین اپنے صوبے کے تمام
کتبخانون کو جنکی تعداد دس تھی ایک جگہ جمع کیا، چنانچہ جب وہ ۱۸۷۹ء مین شام آئے تو علمائے دمشق کی
ایک انجمن قائم کی جسکا مقصد مدارس کا قائم کرنا اور علوم وفنون کو ترقی دینا تہا، اسی سلسلہ مین اُنھون نے
ان پراگندہ کتبخانون کے جمع کرنیکا کام اس انجمن کے متعلق کیا، اور اسکے لئے مقام ظاہریہ کو جو
ملک الظاہر کی طرف منسوب ہے منتخب کیا، اور ان دس کتبخانون مین جو کتابین تہین انکو ایک جگہ
ترتیب دیا، اور انہین کتبخانون کی کتابون سے کتبخانہ ظاہریہ کی بنیاد پڑی،

اس کتبخانے مین قلمی اور مطبوع ۳۵۶۶ کتابین ہین جنمین زیادہ تر فقہ، حدیث، اور علوم
اسلامیہ کی، ۳۶۰ کتابین لغت کی، ۳۲۰ تاریخ اور جغرافیہ کی، ۳۵۰ ادب کی ہین، چند نادر قلمی
کتابین بھی ہین،

عیسائیون کے کتبخانے دمشق مین غیر مسلم لوگون کے بہت سے گرجے، کلیسا، اور مدارس ہین جنکے ساتھ
لازمی طور پر ایک کتبخانہ بھی ہے، لیکن ۱۸۶۰ء کے واقعات نے انکا بہت بڑا حصہ برباد کردیا ہے، اسلئے

اب ان مین اہم کتابین نہین ہین، کلدان کے کلیسا مین مطران یوسف داؤد سریانی کا ایک کتبخانہ
جسمین مختلف زبانون کی مطبوعہ کتابین ہین، صاحب کتبخانہ کی زندگی مین یہ کتبخانہ بہت سی کتابون پر
مشتمل تھا، لیکن انھون نے اپنی زندگی کے آخری حصہ مین انکو بعض مدارس، بعض گرجون اور
بعض احباب کی نذر کردیا،

ضواحی دمشق کے کتبخانے | شہر کے آس پاس جو مقامات ہوتے ہین، عربی مین انکو ضواحی کہتے ہین
دمشق مین اس قسم کے جو مقامات ہین، ان مین صیدنایا، معلولا، اور یبرود مین اب تک قدیم کتبخانے
موجود ہین، صیدنایا مین ایک قدیم گرجا ہے، جو حوادثات زمانہ کا آماجگاہ رہ چکا ہے، اسمین
کتابون کا ایک کتبخانہ ہے، جو مختلف اسباب سے بہت کچھ ضایع ہوچکا ہے،

معلولا کے کتبخانہ مین عربی اور سریانی زبان کی بہت سی قلمی کتابین تھین، جنمین اب بہت کم
رہ گئی ہین،

یبرود مین ایک پادری کا ایک کتبخانہ تھا جو تمامتر مذہبی کتابون پر مشتمل تھا، اب اس کتبخانہ مین
جو کتابین رہ گئی ہین، وہ چندان قابل وقعت نہین، بہت سی کتابین خود بانی کتبخانہ کی تصنیف ہین،
بہت سی کتابین رومن کیتھولک فرقہ کی تاریخ، اور اس مذہب کے مشاہیر کے تراجم و حالات مین ہین،

حلب کے کتبخانے | شام کے شہرون مین حلب سب سے زیادہ متمدن شہر ہے، قدیم زمانہ مین بہت سے
وادبار اسکی خاک سے اٹھے تھے، اور سیف الدولہ وغیرہ کی قدردانیون نے اسکو علم و فن کا مرکز بنا دیا
یہان کے سلاطین و علمار نے بہت سے کتبخانے قائم کئے تھے جو بعد مین مختلف اسباب سے ضایع
ہوگئے، لیکن یہان کے اکثر کتبخانے فتنۂ تاتار کے پرآشوب زمانہ مین برباد ہوئے، جامع اموی
سب سے بڑے کتبخانہ کو جو ۔۔۔۔ ۵ کتابون پر مشتمل تھا، ایک ترک فاتح نے برباد کیا، تیمور لنگ نے
اسکا رہا سہا نام و نشان بھی مٹا دیا، اتنی مدت کے بعد سنہ ۱۳۰۲ھ مین محمود سیاف نے اسکی از سر نو

تجدید کی ہے اور اسمین اکثر عمدہ مطبوعہ کتابین جمع کی ہین،
اس مسجد کے شرقی حصہ مین علوم ریاضیہ کا ایک آلہ تھا جسکو شجرۃ الافادہ کہتے تھے، اس آلہ کو
خلیل بن احمد الشیخ غرس الدین حلبی المتوفی سنہ ۹۷۱ھ نے ایک درخت کی شکل مین پتھر، پیتل، اور لوہے سے
بنایا تھا، جسکے ہر پتے مین علوم ریاضیہ مین سے ایک ایک علم کے اصول مندرج تھے اور اسکے ذریعہ سے
دور دراز شہرون کے طلبا، علوم ریاضیہ کے سیکھنے کے لئے آتے تھے،
علمی خاندانون کے برباد شدہ کتبخانون مین، کتبخانہ بنو شحنہ، کتبخانہ بنو عدیم، اور کتبخانہ بنو خشاب کا
نام خاص طور پر افسوس کے ساتھ لیا جاسکتا ہے، بڑے بڑے مدارس، مثلاً مدرسہ سلطانیہ،
مدرسہ شرفیہ، مدرسہ شرفیہ، اور مدرسہ رواجیہ وغیرہ مع اپنے کتبخانون کے تیمور لنگ کے
ہاتھون برباد ہوے، اور انکی کتابین نہایت ارزان قیمت پر فروخت کردیگئین، سردست حلب
مین جو کتبخانے باقی رہ گئے ہین انکی دو قسمین ہین،
(۱) کتبخانہائے اسلامیہ، (۲) اور کتبخانہائے نصرانیہ،

اسلامی کتبخانے صرف دو ہین، ایک کا نام کتبخانہ مدرسہ احمدیہ ہے، پہلے اسمین ۲۶۹ کتابین
تھین، اور اب یہ تعداد ۔۔۔ ۳ تک پہنچگئی ہے، کتابین لغت، تاریخ، ادب، فقہ، طب،
ریاضی وغیرہ کی ہین،
یہ کتبخانہ بالکل پبلک ہے، ہفتے مین دو روز کے لئے کھلتا ہے،

کتبخانہ مدرسہ رضائیہ | یہ دوسرا اسلامی کتبخانہ ہے جو کتبخانہ عثمانیہ کے نام سے مشہور ہے، اس مین
مختلف علوم و فنون کی ۔۔ ۵ ا کتابین ہین، اور بعض نادر ہین، ہفتہ مین صرف ایک دن کھلتا ہے
اور ہر شخص آسانی کے ساتھ کتابون کا مطالعہ کرسکتا ہے، انکے علاوہ اور بھی متعدد کتبخانے، مثلاً
کتبخانہ تکیہ مولویہ، کتبخانہ بنی بابزید، کتبخانہ بنی یاسیری، اور کتبخانہ آل مدرس ہین،

توراۃ اور شریعت حمورابی

ایک الزامی جواب

از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

حکمت و فلسفہ کی درسگاہون سے علوم و معارف کی جو صدائین بلند ہوا کرتی ہین، ان مین سب سے زیادہ
وہ سہ حرفی لفظ ہے جسکو علمائے منطق "حصر" کے نام سے تعبیر کیا کرتے ہین، لیکن چونکہ یورپ نے علوم و فنون مین
زیادہ ترقی حاصل کر لی ہے، اسلئے وہان ہمارے حصر سے زیادہ خطرناک "حصر" ایجاد کیا گیا ہے، جو موقع بموقع
ہوشیاری اور متانت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے،

قرآن مجید کی بحث و تنقید کے وقت اہل یورپ کے زبان و قلم سے ایک نہایت بلیغ اور ڈھلا ہوا
نکلتا ہے، اور وہ یہ کہ قرآن مین، جو کچھ ہے اگر وہ کتب قدیمہ کے مطابق ہے تو سرتاسر سرقہ اور چوری ہے اور اگر
تو بجز میتھالوجی (افسانہ) کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہ جملہ جس معصومانہ انداز سے لوگون کے سامنے پیش
اسکا یہ اثر ہوتا ہے کہ کام و دہن سے گذر کر قلب و دماغ تک اتر جاتا ہے،

ایک عیسائی مصنف نے فارسی مین ینابیع الاسلام کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جسمین
مضحکہ انگیز طریقہ سے اس دعویٰ کو ثابت کیا ہے کہ قرآن، یہود و نصاریٰ، اور مجوس و ہنود اور صابئین کی
ماخوذ ہے، عیسائیون مین اس کتاب کی یہ عزت کیگئی کہ سر ولیم میور جیسی شخصیت کے آدمی نے اسکا انگریزی
ترجمہ کیا، اور پنجاب مشنری نے اسکو اردو قالب مین ڈھالا، اس کتاب کے متعدد جوابات مسلمانون کی طرف
ہندوستان مین لکھے گئے ہین لیکن اسکا بہترین جواب ایک مصری مسلمان نے لکھا ہے، جسمین اس نے ثابت
عیسائیت اور اسکی انجیل مصر و یونان کے بت پرستون اور بودھ کی تعلیمات سے ماخوذ ہے، اسطرح ہم دیکھ

جو تیشہ ہمارے پیرون پر چلایا جاتا تھا، اب اس سے خود انکے پیر بھی گھائل ہوتے جاتے ہین،
اہل یورپ نے قرآن مجید کے پرکھنے کے لئے جو کسوٹی تیار کی ہے، ہم اسی پر آج تورات کو کسنا چاہتے
ہین اور ناظرین کو بتلانا چاہتے ہین کہ جو الزام یورپ کی طرف سے قرآن مجید پر عائد کیا گیا ہے وہ بعینہ
تورات پر بھی عائد ہوتا ہے،

ایک زمانہ تک اہل یورپ کا یہ خیال تھا کہ "دنیا مین جسقدر شریعتین اور قوانین رائج ہین، سب یونان کے
مقنن اور شارع لیکورگ کے تخیلات کا عکس ہین،" لیکن جب موسیو دی بافلی نے "قانون عبرانی" پر اپنی
مشہور و معروف کتاب لکھی تو اسمین اس غلطی کو رفع کیا، اور یہ دکھلایا کہ حضرت موسیٰ کی شریعت لیکورگ کی
شریعت سے مقدم ہے[۱]، موسیو موصوف نے یہ تصنیف سنہ ۱۸۹۶ء مین کی تھی، اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حکومت فرانس کو
آثار قدیمہ کی تحقیقات کا خیال پیدا ہو گیا تھا، اور اہواز اور سوس کی طرف چند محققین جانے والے تھے، چنانچہ سنہ ۱۹۰۱ء
مین جب موسیو مورگان نے شریعت بابل کے متعلق تین پتھر دریافت کئے جنپر ۲۸۲ احکام درج تھے، اور جو حضرت
موسیٰ سے ۸۰۰ برس قبل لکھے جانے کے باوجود تورات سے بہت زیادہ مشابہ تھے، تو اس خیال مین بھی تبدیلی
پیدا ہوئی اور عالم مسیحیت مین ایک زبردست بھونچال آیا جس نے اس عقیدہ کو بالکل سست کر دیا کہ "توراۃ
دنیا کی شریعتون مین سب سے پرانی شریعت ہے۔" اسی کا اثر تھا کہ پروفیسر ریفیللو نے اپنی ایک کتاب مین یہانتک
کہدیا کہ "یورپ اور خصوصاً رومن امپائر کے تمام قوانین قدیم مشرقی قانونون سے ماخوذ ہین، جو قدما مصر، کلدان،
اور سریان کے وضع کئے ہوئے تھے"۔

غرض موجودہ حالت مین بابل یا حمورابی کی شریعت تمام شریعتون مین مقدم مانی جاتی ہے اور اسلئے
ہم ضروری سمجھتے ہین کہ توراۃ کا اسی سے مقابلہ کرین تا اسکے جو احکام "شریعت بابلی" سے متفق یا مختلف نکلین ان پر
"سرقہ" یا "میتھالوجی" کا حکم نہایت آسانی سے لگایا جا سکے

[۱] التقارنات والمقابلات صفحہ ۵، مصر،

شریعت موسوی مین پانچ کتابین داخل ہین جمنین چار قسم کے قوانین درج ہین،

(۱) سفر خروج باب ۲۰-۲۳، اسکا نام لوگون نے "کتاب العہد" رکہا ہے۔

(۲) سفر احبار باب ۱۷-۲۶ اسکا نام قانونِ طہارت ہے۔

(۳) سفر تثنیہ،

(۴) شریعت موسوی کا خلاصہ، اور اسکا نام "قانون کہانت" ہے۔

ان چارون قوانین مین "قانون کہانت"، سب سے اہم ہے، کیونکہ اسمین تقریباً پانچون کتابون کی باتین آگئی ہین، لیکن اسکی تاریخ تحریر "عزرا کاہن" سے آگے نہین بڑھتی، جو حضرت مسیح سے صرف ۵۰۰ برس قبل گذرا ہے، قانون طہارت گو مستقل ایک شریعت ہے تاہم وہ کتاب العدد اور کتاب العہد سے بہت ملتا جلتا ہے، اور بعض قرائن سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسکو حزقیال نبی نے لکھا تھا، "سفر عدد"، قانون کی کتاب ہے لیکن اسمین تمام کتابون کے احکام آگئے ہین، اب صرف "کتاب العہد" باقی رہجاتی ہے، جو ان سب سے مقدم ہے، اور سفر خروج باب ۲۰ آیت ۲۲ اور باب ۲۳ آیت ۳۳ مین جسکے قوانین اور احکام درج ہین، انکے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت حمورابی اور شریعت موسوی مین کسقدر مشابہت پائی جاتی ہے، اسکی تفصیل ذیل کے نقشہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

سفر خروج	شریعت حمورابی
جو کوئی کسی مرد کو مارے اور وہ مرجائے تو وہ البتہ قتل کیا جائے، اور اگر اس شخص نے قتل کا قصد نہین کیا اور خدا نے اسکے ہاتھ مین اسے گرفتار کروادیا تو مین تیرے لئے ایک جگہ ٹھہراؤنگا کہ جسمین وہ بھاگے۔ (باب ۲۱ آیت ۱۲ و ۱۳)	جب دو آدمی لڑین اور کوئی ایک دوسرے کو زخمی کردے تو مارنے والیکو قسم کھانا چاہیئے کہ اس نے اسکے زخمی کرنیکا قصد نہین کیا تھا، اور وہ اسکا علاج طبیب سے کرائے، اور اگر زخمی مرجائے تو بھی اسکو قسم کھانا چاہیئے، اب اگر وہ آزاد ہے تو نصف مِن چاندی ادا کرے۔ (دفعہ ۲۰۶ و ۲۰۷)

سفر خروج	شریعت حمورابی
اور جو اپنے باپ یا اپنی ماں کو مارے البتہ مار ڈالا جائے (آیت ۱۵)	جو لڑکا اپنے باپ کو مارے اسکے دونون ہاتھ کاٹ دیئے جائین، (دفعہ ۱۹۵)
اور وہ جو آدمی کو چرالیجائے اور اسے بیچ ڈالے یا وہ اسکے پاس سے پکڑا جائے تو وہ البتہ مار ڈالا جائیگا، (آیت ۱۶)	جب ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے بیٹے کو چرالے تو چور کو ذبح کردیا جائیگا۔ (دفعہ ۱۴)
اور وہ جو اپنے باپ یا اپنی ماں پر لعنت کرے، البتہ مار ڈالا جائے، (آیت ۱۷)	جب صاحب قصر کا بیٹا (بادشاہ زادہ) یا زاہد کا بیٹا اپنے دودھ پلانے والے یا دودھ پلانے والی سے کہے کہ تو میرا باپ یا میری ماں نہین تو اسکی زبان کاٹ دیجائے۔ (دفعہ ۱۹۲)
اور اگر دو شخص جھگڑین اور ایک دوسرے کو پتھر یا مکّا مارے اور وہ نہ مرے، پر بستری (صاحب فراش) ہوجائے تو اگر وہ اٹھ کھڑا ہو اور لاٹھی ٹیکے راہ چلے تو وہ جس نے مارا بے الزام ہے اور فقط اسکے کاروبار کا جو نقصان ہوا ہو سو بھر دے اور اسے بالکل چنگا کروائے، (آیت ۱۸ و ۱۹)	جب دو آدمی جھگڑین اور دونون مین سے ایک دوسرے کو زخمی کردے تو مارنے والا قسم کھائے کہ اس نے زخمی کرنیکا ارادہ نہین کیا تھا اور اسکا طبیب سے علاج کرائے۔ (دفعہ ۲۰۶)
اور اگر کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو لاٹھیان مارے اور وہ مار کھاتی ہوئی مرجائے تو اسے سزا دیجائے، لیکن اگر وہ ایک دن یا دو دن جئے تو اسے سزا نہ دیجائے اسلئے کہ وہ اسکا مال ہے۔ (آیت ۲۰ و ۲۱)	وہ اگر غلام ہو تو اسکا مالک دو شاقل چاندی ادا کرے۔ (دفعہ ۲۱۷)
اگر لوگ جھگڑین اور کسی پیٹ والی کو دکھ پہنچائین ایسا کہ اسکا پیٹ گرجائے پر وہ خود ہلاک نہو تو اسے جسطرح کی سزا	اگر کوئی کسی آزاد شخص کی بیٹی کو مارے اور اسکا حمل ساقط ہوجائے تو وہ اسکا معاوضہ ۱۰ شاقل چاندی ادا کرے

اسکا شوہر تجویز کرے دیجائے، اور وہ قاضیون کی تجویز کے موافق گنہگاری دے، اور اگر وہ اس صدمہ سے ہلاک ہوجائے تو تو جان کے بدلے جان لے اور آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، اور ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤن کے بدلے پاؤن، جلانے کے بدلے جلانا زخم کے بدلے زخم اور چوٹ کے بدلے چوٹ۔ (آیت ۲۲ تا ۲۵)

اور اگر کوئی اپنے غلام یا اپنی لونڈی کی آنکھ مین مارے کہ اسکی آنکھ پھوٹ جائے تو اسکی آنکھ کے بدلے اسے آزاد کردے، اور اگر کوئی اپنے غلام یا اپنی لونڈی کا دانت توڑے تو اسکے دانت کے بدلے مین اُسے آزاد کردے،

(آیت ۲۶ و ۲۷)

اگر بیل مرد یا عورت کو سینگ مارے ایسا کہ وہ ہلاک ہو تو وہ بیل پتھرون سے مارا جائے اور اسکا گوشت کھایا نجائے اور بیل کا مالک بیگناہ ہے (آیت ۲۸)

پر اگر وہ بیل آگے (پہلے) سے سینگ مارنے کی لت رکھتا تھا اور اُسکے مالک کو خبر دیگئی اور اُس نے اُسے باندھ کر کہا

اور اگر مرجائے تو اس شخص کی بیٹی قتل کیجائے، اور اگر وہ ر[illegible]
موالی[1] مین سے ہو تو مارنے والا پانچ شاقل دے، اور اگر
وہ مرجائے تو نصف من چاندی ادا کرے، اور اگر وہ ر[illegible]
لونڈی ہو اور اُسکا پیٹ گرجائے تو مارنے والا دو شا[illegible]
چاندی دے اور اگر مرجائے تو ایک من کی تہائی چاندی
ادا کرے اور جب کوئی شخص اپنے برابر درجہ کے شخص [illegible]
دانت اُکھیڑے تو اُسکا دانت بھی اُکھیڑ لیا جائے۔

(۲۰۰، ۲۰۹ تا ۲۱۴)

اگر کوئی شخص کسی غلام کی آنکھ پھوڑ دے یا اُسکی [illegible] توڑ ڈالے تو اُسکی نصف قیمت ادا کرے۔

(دفعہ ۱۹۹)

جب کوئی بے عقل (دیوانہ) بیل کسی آدمی کو سینگ [illegible] مار کر قتل کر ڈالے تو یہ ایسا واقعہ ہوگا کہ اُسکی کوئی سزا نہین [illegible]

(دفعہ ۲۵۰)

اور اگر بیل کا مالک جانتا تھا کہ میرا بیل سینگ مار[illegible] اور پھر بھی اُس نے اُسکے سینگ نہین توڑے اور نہ [illegible]

[1] آزاد اور غلامون کے بین بین ایک طبقہ کا نام ہے۔

اور اس نے مرد یا عورت کو ہلاک کیا، تو بیل پر پتھراؤ کیا جائے اور اسکا مالک بھی مارا جائے، اور اگر اس سے خونبہا مانگا جائے تو اپنی جان چھڑانے کے لئے جتنا اُسکے سر دھرا جائے سو پورا دے، خواہ اس نے بیٹا مارا ہو خواہ بیٹی اس حکم کے موافق اُسکے ساتھ عمل کیا جائے، اگر بیل کسی غلام یا لونڈی کو سینگ مار بیٹھے تو وہ اُنکے مالک کو شقال کے وزن کے ۳۰ روپے دے اور بیل پتھراؤ سے مارا جائے۔

(آیت ۲۹ تا ۳۲)

اور اگر کوئی بیل یا بھیڑ چرائے اور اُسے ذبح کرے یا بیچے تو وہ ایک بیل کے پانچ بیل اور ایک بھیڑ کی چار بھیڑین دے۔

(باب ۲۲ آیت ۱)

اگر چور سیندھ مارتے ہوے دیکھا جائے اور کوئی اُسے مار بیٹھے اور وہ مرجائے تو اُسکے لئے خون نہ کیا جائے اگر یہ دن کو ہو تو اُسکے لئے خون کیا جائیگا، چاہیئے کہ وہ پورا بدلا دے، اگر وہ کنگال ہو تو چوری کے لئے بیچا جائے۔

(آیت ۲ و ۳)

اگر کوئی کھیت یا تاکستان کھلائے (کھلوائے) اور

باندھا، تو اگر وہ کسی آزاد آدمی کے سینگ مارے اور وہ مرجائے تو یہ نصف من چاندی ادا کرے، اور اگر مقتول غلام ہو تو یہ من کا تہائی حصہ دے۔

(دفعہ ۲۵۱ و ۲۵۲)

جب ... انسان یا بیل یا ... (اصل پتھر پر مٹ گیا ہے)

جب کوئی شخص، بیل یا بکری یا گدھا یا سور یا خداؤن یا محل کی کشتی کو چرالے تو اسکا ۳۰ گنا معاوضہ ادا کرے اور اگر وہ موالی مین سے ہے تو ۱۰ گنا دے اور اگر ادا نہ کرسکے تو قتل کیا جائے۔ (دفعہ ۲۶۲ و ۸)

جب کوئی کسی کے گھر مین نقب لگائے تو اُسکو نقب کے پاس قتل کرکے وہین گاڑ دینا چاہیئے۔

(دفعہ ۲۱)

اگر کوئی اپنی بکریان کسی کے زمین مین چرائے اور اُسکے

اپنے چارپایے اسمین چھوڑے اور دوسرے کے میدان مین چراے تو اپنا اچھے اچھا کھیت اور بہتر سے بہتر انگوری باغ اسکے بدلے دے، (آیت ۵)

اگر کوئی اپنے ہمسایہ کو نقد یا جنس رکہنے کو سونپے، اور اس شخص کے گھر سے چوری جائے تو جب وہ چور ہاتھ لگے تو دونا بھر دے۔

(آیت ۷)

اگر چور پکڑا نہ جاے تو اس گھر کا مالک، قاضیون کے آگے لایا جاے تا کہ معلوم ہو کہ اُس نے اپنے ہمسایہ کے مال پر ہاتھ بڑہایا کہ نہین؟

(آیت ۸)

سب قسم کی خیانت مین خواہ بیل کی خواہ گدہے یا بھیڑ یا کپڑے کی یا کسی چیز کی جو گم ہوئی ہو جسکا کوئی دعوی کرتا ہے کہ میرا ہے دونون طرف والون کا جھگڑا قاضیون کے حضور لایا جاے اور قاضی جسے مجرم کرے وہ اپنے ہمسایہ کو دونا دے،

(آیت ۹)

مالک کو اطلاع نہ کی ہو تو کھیت کاٹ دیا جاے [illegible] چرانے والے سے ۲۰ جور (ایک پیمانہ کا نام ہے [illegible]) (ایک مساحت کا نام) وصول کیا جائے، (دفعہ [illegible])

اگر کوئی اپنا اسباب کسی دوسرے گھر مین رکھ[illegible] وہ کچھ یا سب چوری یا اور کسی طریقے سے گم ہو جاے [illegible] گھر والے کو گم شدہ مال ادا کرنا اور چورون سے چوری [illegible] مطالبہ کرنا چاہیئے۔ (دفعہ ۱۲۵)

جب کوئی شخص اپنے گیہون دوسرے شخص کے [illegible] مین رکھا دے اور وہان سے ضایع یا کم ہو جائین [illegible] قاضی کے رُوبرو اپنے گیہون طلب کریگا اور کھلیان[illegible] اُسکو ادا کریگا۔ (دفعہ ۱۲۰)

اگر کسی نے کوئی چیز ضایع کر دی پھر اسکو دوسر[illegible] پاس پایا اور وہ اقرار کرتا ہے کہ اُس نے چند بوڑہون [illegible] موجودگی مین اُسکو خریدا ہے، اور مالک کہتا ہے کہ مین اپنی [illegible] کے ثبوت مین گواہ پیش کر سکتا ہون، تو خریدار کے ذمہ [illegible] کہ بائع ان بوڑہون کو جو بیع کے وقت موجود تھے (عدالت [illegible]) حاضر کرے، اور مالک کو بھی اسوقت موجود رہنا چاہیے تا کہ قاضی سب کی دلیلون پر غور کر سکے، اگر بوڑہے اور گ[illegible] قاضی کے سامنے دونون کو سچا کہین تو بائع چور سمجھا جا[illegible]

اگر کوئی اپنے ہمسایہ پاس گدہا یا بیل یا بھیڑ یا کوئی چارپایہ امانت رکھے اور وہ مرجائے یا چوٹ کہائے یا بغیر کسی کے دیکھے ہانک دیا جائے تو ان دونون کے درمیان خداوند کی قسم سے فیصلہ کیا جاے کہ اس نے اپنے ہمسایہ کے مال پر اپنا ہاتھ نہین بڑہایا، اور مال کا مالک قبول کرے تب وہ اُسکو نہ ٹوٹانہ دے، (آیت ۱۰ و ۱۱)

اور اگر وہ اُسکے پاس سے چوری جاے تو وہ اُسکے مالک کو ٹوٹا دے۔ (آیت ۱۲)

اور اگر اسکو کسی درندے نے پہاڑ ڈالا تو وہ اُسکو گواہی کے واسطے لائے اور پہاڑے ہوے کا ٹوٹا نہ دے،

(آیت ۱۳)

اگر کوئی شخص اپنے ہمسایہ سے کچھ عاریت لے اور وہ زخمی ہو یا مرجائے اگر مالک اسکے ساتھ نہ تہا تو وہ اُسکا بھر دے، (آیت ۱۴)

اور قتل کیا جائیگا اور مالک کو اسکی چیز دیدیجائیگی، اور خریدار کو بائع کے گھر والون سے اسکے دام دلوائے جائینگے اور اگر خریدار بوڑہون کو نہ لاسکا تو قاضی اسکو ۶ ماہ کی مہلت دیگا، اگر اب بھی گواہ نہ مل سکے تو اُسکی خیانت سمجھی جائیگی، اور سزا اسپر عود کریگی، (دفعہ ۹ تا ۱۳)

اگر گلہ خداؤن کی مار سے تباہ ہو جاے یا اُس پر شیر حملہ کرے تو چرواہا قاضی کے سامنے قسم کھاکر بری ہو جائیگا۔

(دفعہ ۲۶۶)

جب کسی سے بیل یا بکری کا بچہ گم ہو جاے تو اسکو اتنا بڑا دینا چاہیے جتنا کہ وہ تہا، (دفعہ ۲۶۳)

اگر کسی نے بیل یا گدہا کرایہ پر لیا اور اسکو شیر نے جنگل مین پہاڑ ڈالا تو اسکا اُس سے مطالبہ نہ کیا جائے،

(دفعہ ۲۴۴)

اگر وہ مستاجر کے مارنے یا چھوڑ دینے سے مرجاے تو اُسکو اس چیز کی قیمت دینا ہوگی اور اگر سینگ توڑا یا دامن کاٹ لیا یا آستین ضایع کر دی تو چوتہائی قیمت ادا کرے۔ (دفعہ ۲۴۵ تا ۲۴۸)

اگر کوئی ایک چھوکری کو جو اسکی منگیتر نہین دم دیکے اِس سے مباشرت کرے وہ البتّہ اسے مہر دیکے اس سے نکاح کرے، اگر اسکا باپ ہرگز راضی نہو کہ اُسے اسکو دے تو وہ کنواریون کے مہر کے موافق اُسے نقد دے۔

(آیت ١٦ و ١٧)

اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت کے سینہ پر ظلم کرے بیٹا جو ہمیشہ اپنے باپ کے گھر ہی ہو تو وہ قتل کیا جا اور عورت بری کیجائے۔

(دفعہ ١٣٠)

ان چند عبارتون کے علاوہ شریعت حمورابی اور کتاب العہد مین اور بھی مختلف حیثیتون سے مشابہ پائی جاتی ہے جو اجمالی طور پر درج ذیل ہے،

(١) کتاب العہد کے ابتدا مین "یہوی" کی عبادت کا طریقہ بتایا گیا ہے، پھر چند شرعی احکام ہین اور وعظ و پند پر جاکر یہ سلسلہ ختم ہوجاتا ہے، حمورابی کی شریعت مین پہلے حمورابی کی عظمت وجلالت کا تذکرہ ہے قوانین ہین، اور سب سے آخر اپنے جانشین کو چند نصیحتین کی ہین،

(٢) فیصلہ کا طریقہ دونون شریعتون مین تقریباً یکسان ہے

(٣) توراۃ کے بعض مقامات مین "بُت پرستی" کی جھلک نظر آتی تھی، اور چونکہ یہود کو توحید کا نہایت شد و مد سے دعویٰ ہے، اسلئے وہ ان مقامات کی تفسیر مین سخت کوشان تھے، بابل کے ان قوانین کا انکشاف ہوا تو یہودیون کو ان مقامات کی تشریح مین کافی مدد ملی، مثلاً سفر خروج (٢١-٦ و ٢٢-٨ و ٩) مین ہے کہ یا اور لوگ "معبود" یا معبودون کے سامنے لائے جائین، چونکہ "معبودون" کا لفظ تعلیم یہودیت کے خلاف تھا اسلئے علماء اُسکے معنی "قاضی" بیان کیا کرتے تھے، حمورابی کی شریعت نے اس راز کو اسطرح فاش کیا "معبودون" سے مراد ہیکل ہوتا ہے جہان لوگ فصل مقدمات کے لئے جایا کرتے تھے۔

(٤) یہود کی اصل زبان عبرانی ہے، لیکن وہ لکھنے پڑھنے مین حضرت موسیٰ کے کئی صدیون کے بعد مستعمل ہوئی اسوقت تک یہود صرف بابلی زبان مین خط و کتابت کرتے تھے جو اس زمانہ کی نہایت وسیع اور عالمگیر زبان

پھر کیا تعجب ہے کہ علماے یہود نے بابلی زبان جاننے کی وجہ سے شریعت حمورابی سے جو عرصہ تک دُور دراز ممالک مین رائج تھی واقفیت پیدا کی ہو اور چونکہ وہ اُنکے حالات اور طبیعت کے بہت موافق تھی اسلئے کسیقدر ردوبدل کے ساتھ اُسکو اپنی مذہبی کتاب بناکر توارت نام رکھدیا ہو،

(٥) سب سے اخیر یہ کہ ارتقا یورپ کا نہایت مسلّم الثبوت مسئلہ ہے، پھر یہ کیونکر فرض کیا جاسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی شریعت دفعتہً نہایت مکمل صورت مین ہمارے سامنے آگئی ہو، اور اُس نے ترقی کی درمیانی منزلین طے نہ کرلی ہون۔

بہرحال ان دلائل کی بنا پر کیا ہمارے عیسائی دوست یہ ماننے کو تیار ہین کہ حضرت موسیٰ کی شریعت حمورابی بادشاہ بابل کی شریعت سے ماخوذ تھی[١]؟

---

[١] یہ بحث حجت الزامی کے طور پر ہے ورنہ مذہبی حیثیت سے ہمارا وہی عقیدہ ہے جو عام مسلمانون کا ہے، یعنی یہ کہ توراۃ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب ہے،

مشاہیر

حکیم مہدی

(۲)

از پروفیسر ایس بی اسمتھ کیننگ کالج لکھنؤ

اس درمیان مین اودھ برابر معتمد الدولہ آغا میر کے زیرنگین رہا، شروع شروع اسکے خلاف سازشین ہوئین، اور چند روز کے لئے اسے قیدخانہ جانا پڑا، لیکن بادشاہ بیگم کی سفارش سے بہت جلد رہا ہوگئی، اور دوبارہ جب عروج حاصل ہوا تو آخر تک قائم رہا، جسکے لئے اُس نے خاص تدبیرین کین کہ ایک غازی الدین کو خوب غشیات و مخدرات پر لگائے رکہا، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے کہان تو ہر ہفتہ دوبار... سے ملاقات ہوتی تھی، اور کہان اب دوسرے تیسرے مہینہ اسکی نوبت آنے لگی، دوسرے یہ کہ اُس... بادشاہ اور اسکے فرزند کے درمیان نفاق ڈلوادیا، گو جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ولیعہد کو اس سے عداوت ہوگئی... جو شاید کسی قدر مبالغہ کے ساتھ یہ بیان کرتا ہے کہ آغا میر علاوہ ۲۵ ہزار ماہانہ تنخواہ کے خود اپنے ... بموجب ۲۳ لاکھ سالانہ کی رقم رعایا سے وصول کرتا تھا، اور سرکاری حسابات کے مطابق ۳۳ لاکھ ... سرکاری خزانہ سے اس نے جو جواہرات و زر نقد ہضم کیا، اسکا شمار ہی نہین، پھر میرے عہد حکومت مین اُس... خزانہ کو جطرح لوٹا وہ سب پر روشن ہے۔ آغا میر حکومت انگریزی کی ہر تجویز اصلاح کی مخالفت کرتا ... بااین ہمہ اسکا انتظام اسقدر معقول تھا کہ اُسکے زمانہ مین دارالسلطنت اور اسکے مضافات ویسی ہی محفوظ ... رہے، جیسے ہندوستان کا کوئی اور شہر ہوسکتا تھا"

غازی الدین حیدر کی وفات پر آغا میر نے استعفا دیدیا، لیکن بادشاہ سے ظاہری ملاپ ہوجا... اور رزیڈنٹ سے اپنی حفاظت کا اقرار کرا لینے کے بعد پھر اس نے منصب وزارت پر قدم رکھا،

دسمبر ۱۸۲۷ء مین معزول کیا گیا،

اب نصیر الدین حیدر نے حکیم مہدی کو پھر بحال کرنا چاہا بلکہ تقرر نامہ تک اُنکے پاس بھیجدیا لیکن بادشاہ بیگم (زوجہ غازی الدین حیدر) کی ضد سے مجبور ہوکر اس حکم کو منسوخ کرنا پڑا، اور یہ منصب بادشاہ بیگم کے ایک خاص سفارشی، فضل علی کو جسے مناجان سے نسبت ابوت دیجاتی ہے، تفویض کرنا پڑا، اُس نے اپنا خزانہ ۳۵ لاکھ کے سرمایہ سے مالامال کرکے فروری ۱۸۲۹ء مین استعفا دیدیا۔

فضل علی اور اسکے دو جانشینون رام دیال و اکبر علی کے زمانہ مین اودھ کی حالت روز بروز بدتر ہی ہوتی گئی، لکھنؤ کی گلیان اور قرب وجوار کی سڑکین ہر شب قتل و غارت کی تماشا گاہ رہتی تہین ملک مین دیوانی و فوجداری کسی قسم کا قانون نہ تہا، اور گو فوج کے سارے سپاہی جنکی تعداد ۴۰ ہزار تھی، مختلف مقامات پر تحصیل وصول کے لئے متعین تھے، لیکن عملاً اس فرض کو انجام دینے سے بالکل قاصر تھے، بالآخر رزیڈنٹ کی تحریکات پیہم سے مجبور ہوکر بادشاہ نے جون ۱۸۳۱ء مین حکیم مہدی کو خلعت وزارت سے سرفراز کیا اور علاوہ دیگر خطابات و القاب کے منتظم الدولہ کا بھی لقب بخشا جو آج تک زبان زد ہے۔

مگر جلد ہی روزمین رزیڈنٹ اور وزیر سے بے لطفی ہوگئی، مسٹر میڈک، حکیم مہدی سے شروع ہی سے ناخوش تھے، اُنکے خیال مین حکیم مہدی، انگریزون کے اثر کے مخالف تھے، اِسلئے وہ چاہتے تھے کہ یا تو وزارت سے معزول کردیئے جائین یا خود انکی ماتحتی مین آجائین، لارڈ بنٹنگ (گورنر جنرل) نے اس رائے کو ناپسند کیا اور حسب ذیل تحریر فرمایا۔

"مین وزیر کی مخالفت کو تسلیم نہین کرتا، وہ قطعاً اسوقت ہندوستان کے بہترین اشخاص مین ہے اور بحیثیت اعلیٰ افسر مال کے اُس سے بڑھکر تمام ملک مین کیا انگریز اور کیا ہندوستانی کوئی شخص نہین، اُسے اس امر کا شروع ہی سے احساس ہے کہ رزیڈنٹ کو بجز اسکے کہ خود تخت اودھ ملجائے اور کوئی شے مطمئن نہین کرسکتی" اور اسکے لئے وزیر کسی طرح آمادہ نہین، البتہ سب کو یہ اُمید تھی اور اب بھی ہے

کہ ایسا شخص جو نظم و نسق کی قابلیت مین تمام معاصرین سے افضل ہے، اگر ریزیڈنٹ اسے اپنے مشورہ جنکا لہجہ خواہ کتنا ہی قطعی و مضبوط ہو، تاہم ادب و احترام اور آشتی کا پہلو ہی لئے ہوئے ہو خلوص دل سے دیتے رہین، تو وہ بھی اصلاح مملکت مین بدل کوشان رہیگا۔"

گورنر جنرل نے یہ رائے اپنے چشمدید حالات دیکھنے کے بعد قائم کی تھی، اس اظہار خیال کے بعد میڈک کا اپنی جگہ پر رہنا ناممکن تھا، چنانچہ وہ ہٹا دیئے گئے، اور اگست ۱۸۳۱ء مین میجر لو ریزیڈنٹ مقرر ہوئے جو ۱۸۴۲ء تک اس عہدہ پر رہے،

اس اثنا مین منتظم الدولہ کی دیانت پر اکثر حلقون مین بدگمانی ہونے لگی، اس بنا پر کہ انھون نے سلطنت کے محاصل نیز جملہ مداخل سرکاری پر بادشاہ سے پانچ فیصدی کی رقم اپنے لئے منظور کرالی تھی، خود حکیم مہدی کا بیان یہ تھا کہ یہ رقوم وہ اپنے تصرف مین نہین لینا چاہتے تھے، بلکہ انہین سرکاری خزانہ مین جمع کرکے کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ کی نذر کردینے کا ارادہ رکھتے تھے، اور اس رقم کی بابت منظوری حاصل کرنے سے مقصود صرف یہ تھا کہ بادشاہ کی نظرون مین انکا رسوخ سب کو معلوم ہوجائے، اور اس طرح ملک پر ان کا خاص اثر و اقتدار قائم ہوجائے، حکیم مہدی کے اس بیان کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ آگے چل کر جب شاہ نصیر الدین حیدر ان سے ناخوش ہوے تو ان پر منجملہ اور الزامات کے ایک یہ بھی تھا کہ وہ اس رقم مین سے کچھ تغلب کر گئے تھے۔

لارڈ بنٹنگ کو منتظم الدولہ پر جو اعتبار تھا وہ اسکے اہل ثابت ہوے، اپنے تقرر کے بعد ہی وہ نہایت تندہی سے اصلاح کی جانب مشغول ہوگئے، چنانچہ اپریل ۱۸۳۱ء مین جب بادشاہ نے اصلاحات نافذ شدہ کی یادداشت مرتب کی تو معلوم ہوا کہ اصلاحات ذیل اتنے ہی عرصہ مین عمل مین آچکی تھین، مصارف سرکاری بہت گھٹ گئے تھے، ابواب، اسراف ایک بڑی حد تک بند ہوچکے تھے، تنخواہ ملازمین کی بقایا جو سالہا سال سے چلی آتی تھی، بیباق ہوچکی تھی، نظم و نسق مملکت کے متعلق ایک کتاب آئین و ضوابط مرتب ہو چکی تھی، علاقہ محمدی و خیراباد کی بغاوتون کا استیصال ہوچکا تھا، اور زراعت و تجارت مین کافی ترقی کے آثار پیدا ہوچکے تھے۔

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ان اصلاحات کے نفاذ کے وقت کوئی مخالفت یا شورش نہین ہوئی بلکہ جب بے ضابطہ توپخانہ والون کی بقایا بیباق کرکے انہین برطرف کیا جانے لگا تو نوبت یہانتک پہنچی کہ سپہ سالار مظفر علیخان، اور بادشاہ بیگم کی شہ پاکر فوج نے پوری بغاوت کردی تھی۔

جولائی ۱۸۳۱ء مین انھون نے پورا تہیہ کرلیا کہ ملک مین بجائے کاشتکاری کے امانی کا طریقہ رائج کرین، انکی تجویز یہ تھی کہ موجودہ عاملون کو بطور مہتممین امانی کے بدستور برقرار رکھین، ملک کے چارون صوبون مین ایک ایک محصل (کلکٹر) مقرر کرین، اور گنگا کے کنارہ کا سرکش علاقہ جہان اکثر بیگمات شاہی کی جاگیرین ہیں، براہ راست اپنی ماتحتی مین رکھین۔

اصلاح کی راہ مین بڑی دقت یہ حائل تھی کہ رعایا کا کوئی ایسا طبقہ موجود نہ تھا جسمین سے متدین عمال کا انتخاب کیا جاسکے، وزیر نے یورپین اشخاص کو عامل مقرر کرنے کی تجویز کی، لیکن اسے گورنر جنرل نے نامنظور کردیا، ریزیڈنٹ کے اس استفسار کے جواب مین کہ کیا ملک مین کوئی کارگذار شخص نہین، وزیر نے حسب ذیل جواب دیا۔

"میرے علم مین تو کوئی بھی نہین، ملک سے علوم و فنون و انتظام ہر قسم کی قابلیت مدت ہوئی سلب ہوچکی ہے، نہ کوئی تعلیم ہے، نہ کوئی مدرسہ ہے، نہ کوئی تعلیم گاہ ہے جہان سے قابل اشخاص لئے جاسکین، میرے علم مین ملکی لوگون مین ایک شخص بھی کام کی اہلیت و صلاحیت نہین رکھتا،... میری رائے مین تو اگر ریزیڈنٹ کی مدد و صلاح شریک نہو تو اودھ مطلق ترقی نہین کرسکتا۔"

منتظم الدولہ کو انگریزی حکومت سے خاص شکایت کا سبب یہ پیدا ہوا کہ ملک کی شورش فرد کرنے مین انھون نے کمپنی بہادر کی افواج کی مدد چاہی، اور اس سے انگریزون نے انکار کیا، کمپنی اور شاہ اودھ کے

تعلقات کی بنیاد، معاہدہ ۱۸۰۱ء پر تھی، جسمین قرارداد یہ تھی کہ نواب کو اندرونی و بیرونی غنیم کے مقابلہ مین
دیجائیگی، ساتھ ہی نواب سعادت علیخان اپنے علاقہ خاص مین ایسا نظم و نسق قائم رکھین گے جس سے رعایا
فلاح و بہبود ہو، اور باشندگان ملک کے جان و مال کی حفاظت متصور ہو، اور شاہ اودھ ہمیشہ افسران کمپنی کی
صلاح و مشورہ کے مطابق عملدرآمد کرینگے۔" لیکن اس شرط کو فرمانروایان اودھ ہمیشہ نظرانداز کرتے رہے
اور حکومت انگریزی کے ارکان کا کہنا یہ تھا کہ جب نواب اپنے ہان کا نظم و نسق درست نہین رکھتے تو
ہم سے اعانت کے طالب کس حق سے ہوتے ہین؟ غرض اسوقت اس منطقی قیاس متحمل الضدین کا
کہ بقول حکیم مہدی کے اعانت اسلئے ضروری تھی کہ اصلاحات در پیش تھین، اور بقول گورنر جنرل کے
صرف اُسیوقت مل سکتی تھی جب نظم و نسق مین اصلاحات ہو چکی ہون،

لیکن ان سب رکاوٹون کے باوجود بھی اصلاح کا قدم آگے بڑھتا ہی رہا، میجر لو اپنے ایک
مراسلہ مورخہ ۱۲ جون ۱۸۳۲ء مین وزیر کے خلوص و تندہی کی شہادت دینے کے بعد جو اصلاحات لوگون
دائرۂ عمل مین آچکی تھین، اُنکی ایک فہرست دی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اودھ کا بڑا قطعہ
طریقہ امانی کے زیر اہتمام آچکا تھا، منجملہ ایک کروڑ چالیس لاکھ کی مجموعی مالگذاری کے ۹۲ لاکھ وصول
لگا تھا، لکھنؤ مین ایک خاص عدالت قائم ہو گئی تھی، جو عاملون کے خلاف استغاثہ سُنتی تھی، اور جہان سے
غیر مستند عمال کو عبرتناک سزائین ملتی تھین، چنانچہ دو تھانہ دارون کو جن پر رشوت ستانی کا جرم ثابت
یہ سزا ملی کہ جرمانہ و تازیانہ کے بعد اُنہین شہر بدر کرکے اُنکا منھ کالا کیا گیا، اور گدہے کی پشت پر اُنہین اُلٹے
کرکے بازارون مین پھرایا گیا، یہ نظیر رزیڈنٹ کے خیال مین دوسرون کے لئے خاص طور پر عبرت انگیز
ہوئی ہوگی، علاقہ جاگیر بیگمات مین ڈاکوون کے استیصال کے لئے خاص پولس تعینات ہوئی جسکی کارگذاری
نتیجہ یہ ہوا کہ پڑوس کے انگریزی علاقہ الہ آباد مین پولس کے سوارون کی تعداد مین تخفیف کردینا پڑی۔
منتظم الدولہ کی عدل گستری نے ایسا عام اعتماد پیدا کرلیا، کہ بیسیون زمیندار جو سالہا سال سے

حکومت کے خلاف سرکشی کر رہے تھے، اب از خود آکر مصالحت کرنے لگے، ملک مین علانیہ بغاوت کا نام بھی
نہ رہا، یہانتک کہ آخری نو مہینہ کے زمانہ مین مسلح فوج کی تعداد مین بقدر ۱۴ ہزار سپاہیون کے تخفیف کردیگئی۔
وزیر مین عیوب یہ تھے کہ مزاج مین شک و بدگمانی تھی، اور غصہ جلد آجاتا تھا، بعض سرکاری مصارف
مثلاً جشنون اور تہوارون کے موقع پر ضرورت سے زیادہ جزرسی برتتا تھا، حالانکہ ایسے مواقع پر تھوڑی بھی
فیاضی کا اظہار کرکے رعایا کا دل ہاتھ مین لیا جاسکتا تھا، اسکے علاوہ جزئیات امور مین حد سے زیادہ وقت
صرف کرتا تھا، لیکن اگر بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو اسمین شبہہ نہین کہ اس سے پہلے ۲۰ برس کی مدت مین
جتنے وزرائے سلطنت ہوئے تھے وہ اُن سے زیادہ قابل وکارگذار تھا۔"

جولائی ۱۸۳۲ء کے آخر ہفتہ مین بادشاہ و حکیم مہدی کے درمیان بے لطفی کی خبرین میجر لو کے کانون تک
پہنچ گئین، یہانتک کہ ۳۰ کی شام کو وکیل سلطانی تاج الدین حسین خان رزیڈنٹ کے پاس بادشاہ سے تخلیہ کی
ملاقات کا وقت مقرر کرانے آئے، اور رزیڈنٹ کے استفسار کے جواب مین بیان کیا کہ بادشاہ کے تکدر طبع کے
اصلی اسباب یہ ہین کہ نصیر الدین حیدر پر انکی والدہ بادشاہ بیگم کا بہت اثر ہے، اور وہ حکیم مہدی کی صورت سے
بیزار ہین، دوسرے یہ کہ بیگمات شاہی، اعزۂ شاہی وارکان دربار مین سے کوئی وزیر کا ہمدرد و دوست نہین،
بلکہ چونکہ اُنکے وظائف مین تخفیف ہو گئی ہے، تغلب و تصرف کے مواقع گھٹ گئے ہین، اور بعض تو وزیر کی
سخت و سُست بھی سُن چکے ہین، اسلئے اکثر اُنکے مخالف و دشمن ہین۔"

دوسرے روز رزیڈنٹ بادشاہ کے ہمراہ سوار ہوکر دلکشا کھانا کھانے گئے، بادشاہ نے حکیم مہدی کے
خلاف بعض مضحکہ خیز شکایات بیان کین، مثلاً یہ کہ وہ "مجھے زہر دیکر خود بادشاہ بننا چاہتا ہے، بادشاہ بیگم نیز
میری محبوب ملکہ قدسیہ بیگم کی علانیہ توہین کرچکا ہے، ایک مرتبہ اس نے میرے والد مغفور کی تصویر پر لات
ماری ہے" وغیرہ، رزیڈنٹ نے یہ جواب دیا کہ بادشاہ تک یہ شکایات قطعاً غلط پہنچی ہین، نیز یہ کہ حکیم مہدی
کی معزولی گورنر جنرل کی سخت ناخوشی کا باعث ہوگی، اسپر نصیر الدین حیدر نے وعدہ کیا کہ بغیر رزیڈنٹ کو اطلاع

دیئے وہ کوئی کارروائی نہ کریگا - لیکن باوجود اس وعدہ کے اس نے وزیر پر علانیہ معتوبی قائم رکھی، وزیر کے دشمن منظفر علیخان کو قید سے رہا کر دیا، اور وزیر کو خورشید منزل مین حاضری کی ممانعت کردی، جہان تمام دربار کے خیمہ نصب ہوئے تھے، یہ خبر جونہی مشہور ہوئی، شہر مین شورش اور بلوے ہونے لگے، رزیڈنٹ نے صفائی کرا دی اور بظاہر اسمین کامیابی بھی ہوئی، وزیر نے اپنے تمام نادانستہ گناہون پر دست بستہ عفو تقصیر چاہی اور بادشاہ نے معافی دی، لیکن عین وہی شب اس نے اپنے مشیران جدید، روشن الدولہ، منظفر علیخان، جعفر علیخان کنور رتن سنگھ کے ساتھ مشورہ مین صرف کی، یہ سب کے سب بجز روشن الدولہ کے، بدترین اشخاص تھے اور انھون نے حکیم مہدی کی گرفتاری کا پرزور مشورہ دیا، صبح کو وزیر کو یہ حکم ملا کہ خانہ نشین ہوجائے اور ملازمان سرکاری کو اس سے ملنے کی ممانعت ہوگئی، لیکن بادشاہ مین اتنی ہمت نہ تھی کہ اسکی معزولی کا فرمان صادر کرے حماقت یہ کی کہ میجر لو کے پاس یہ پیام بھیجا کہ اگر آپ حکیم مہدی کو طلب کر کے برطرف کردین تو مین ۵۰ لاکھ نذر کرتا ہون، رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ مین ۲۵ کرور لیکر بھی ایسی فرمائشون کی تعمیل سے معذور ہون "

۷- اگست کو بادشاہ رزیڈنٹ کے ہان تشریف لائے اور کہا کہ اب مین نے ارادہ کرلیا ہے کہ امور سلطنت بغیر کسی وزیر کے بذات خود انجام دونگا، اور منتظم الدولہ کو اجازت ہے کہ لکھنؤ سے باہر جہان چاہے چلے جائین -

۹- اگست کو حکیم مہدی قصر شاہی کے ایوان وزارت سے شب کے وقت چھپ کر نکلے اور شہر مین جو اپنا قدیم مکان ۳۰ سال سے تھا، اسمین چلے آئے، اسلئے کہ حکیم مہدی نے آغا میر کی طرح اپنے لئے محل نہین تعمیر کرائے تھے، یہان مارچ تک رہے، جب جاکر روانگی فتحگڈھ کی اجازت ملی -

ناسخ نے اُنکے زوال کی دلچسپ تاریخ نکالی ہے -

افتاد حکیم از مراتب — تاریخ بطرز نو رقم کن
از جائے "حکیم" ہشت برگیر — سہ مرتبہ نصف نصف کم کن

۱۲۴۹ھ

حکیم مہدی کے معزولی کے افسوسناک نتائج کا اندازہ مالگذاری کے اعداد سے ہوسکتا ہے، اکتوبر ۱۸۳۱ء سے فروری ۱۸۳۲ء تک مالگذاری کی آمدنی ۴۰ لاکھ ۳۶ ہزار تھی، دوسرے سال انہین پانچ مہینون مین کل ۱۸ لاکھ ۴۲ ہزار وصول ہوئے -

مناظر طبعی کی عاشق مسز فینی پارکس نے حکیم مہدی سے اُنکے عہد وزارت مین ملاقات کی تھی اسکے بعد انکی معزولی کے زمانہ مین فتحگڈھ مین اُن سے پھر ملی، اسکے روزنامچہ سیاحت مین حکیم مہدی کے متعلق بعض بہت دلچسپ معلومات ہین، ۱۸۳۵ء مین جب وہ ملی ہے، وہ محرم کے اہتمام مین مشغول تھے، بقول اسکے حکیم مہدی بڑے مذہبی آدمی تھے، اور روزہ نہایت پابندی و استقلال کے ساتھ رکھتے تھے" مسز پارکس نے ایک کارخانہ شال کا بھی معائنہ کیا جو انھون نے اس غرض سے قائم کیا تھا کہ نادار کشمیریون کی اس سے پرورش ہو، چنانچہ تین چار کاریگر اسمین کام کر رہے تھے، اور ایک مدرسہ بھی وہین قائم تھا -

نصیر الدین حیدر کی وفات پر حکیم مہدی پھر منصب وزارت پر سرفراز ہوئے، مسز پارکس کے روزنامچہ کا ایک اندراج یہ ہے :-

"۲۲- ستمبر ۱۸۳۷ء - نواب حکیم مہدی پھر وزیر مقرر ہوئے ہین آج اپنی پیرانہ سالی مین وہ کسقدر خوش ہونگے! فتحگڈھ مین مدتون سے وہ اپنے اعزاز رفتہ کے حصول کی تمنا کر رہے تھے، نواب اودھ کے قصد سے روانہ ہوگئے، مگر کوچ کے پہلے ہی دن جس گھوڑے کی پشت پر نقارہ تھا وہ گرا اور مرگیا، نیز ایک توپ اُلٹ گئی، یہ دونون سخت بدشگونی کے واقعات ہوئے"

اسکے بعد ۲۰- دسمبر کی تاریخ کے ذیل مین نواب کے انتقال کی خبر درج ہے،

(یوپی، ہسٹاریکل سوسائٹی جرنل)

تصوف اور تناسخ

(از مسٹر پرمیشر لال ایم اے)

ہمارے ہندو برادران وطن خود ہندوستان مین انگریزی کے جسقدر بلند علمی رسائل نکال رہے ہین کوئی مسلمان اُن سے کمتر بھی کوئی انگریزی رسالہ نہین نکالتا، پھر جس تفحص اور تلاش کے ساتھ وہ اپنے قومی علوم و تاریخ کو حکمران طبقہ تک پہنچا رہے ہین وہ خود انکی قومی عزت کے پایہ کو بلند کر رہا ہے، اسپر ان کا مزید احسان یہ ہے کہ کبھی کبھی اس علمی مجلس مین وہ مسلمانون کو بھی بلا لیتے ہین یعنی اُنکے علوم و تاریخ کے متعلق بھی مضامین لکھتے رہتے ہین، لیکن ہر قوم کو دوسری قوم کے ساتھ جو فطری بیگانگی ہوتی ہے وہ اغلاط اور لغزشون کی موجب بنجاتی ہے، ذیل کا مضمون ایک ہندو فاضل نے ہندوستان ریویو مین شایع کرایا ہے، اِس مضمون مین گو متعدد مسامحات ہین، لیکن ہم اِسلئے اُسکو شایع کرتے ہین تاکہ معلوم ہو کہ ہمارے برادران وطن ہم سے کس حد تک واقف ہین،

پنرجنم یا عقیدۂ تناسخ، دنیا کے تمام آریہ مذاہب یعنی ہندو، جین اور بدھ مذہبون کا جزو رہا ہی، بخلاف اسکے سامی مذاہب یعنی اسلام، مسیحیت، و یہودیت کے ارکان اعظم ہمیشہ اسکے منکر رہے ہین، ان مین سے یہودی اپنی قلت تعداد کی بنا پر کوئی اہمیت نہین رکھتے، رہے ہندوستانی مسیحی، سو وہ بھی ہندوستان کی قومی زندگی مین جذب ہوتے جاتے ہین، اسلئے اُنکے اور ہندوؤن کے مذہبی اختلافات چندان قابل التفات نہین، البتہ مسلمانون کی حالت ان دونون سے مختلف ہے، ان کا اور ہندوؤن کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اور انکے سلوک تصوف سے توقع ہو سکتی تھی کہ مسئلۂ تناسخ انکے ہان جزو عقاید ہوگا، لیکن اُنکے ائمۂ تصوف عموماً اسکے منکر ہین۔

مسلمانون کی آبادی مین نوے (۹۰) فیصدی اہل سنت ہین، یہ سواد اعظم تمامتر شریعت کا متبع ہے، تاہم فارسی زبان کی وساطت سے یہ فرقہ سلوک و عرفان، طریقت و روحانیت سے ناآشنا رہا ہے، اور تصوف کو تسلیم

کر لینے کے بعد ہندو و مسلمانون کی مذہبی تفریق بھی کوئی چیز باقی نہین رہجاتی، ہندو صوفی اور مسلمان صوفی مین جو کچھ فرق ہے، وہ تاریخی اسباب کا معلول ہے، نہ کہ اصول مذہب کے اختلافات کا، جس طرح ہندوؤن کے ہان "ادویت" و "دویت" (وحدت، اثنینیت) کے دو مختلف مسلک تھے، بعینہ اسی طرح مسلمان صوفیہ مین بھی بعض ہمہ اُوست کے قائل ہین، اور بعض ہمہ ز اوست کے، اور اسی طرح موجودہ ہندویت کے عقیدہ "وششٹ ادویت" کی تعلیم بھی مسلمان صوفی شعراء کے ہان کثرت سے ملتی ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ باین ہمہ تشابہ و اشتراک عقیدۂ تناسخ صوفیون کے مسلک سے خارج ہے، مین نے جن مسلمان علماء سے تشفی چاہی، وہ سب تناسخ کے منکر نظر آئے، بجز ایک جسم انسانی سے دوسرے جسم انسانی مین بلکہ سرے سے ارتقاء روحانی کے:

لیکن میرے نزدیک اگر اصل تصانیف کا مطالعہ کیا جائے تو شاید اس مسئلہ کا حل ہو سکتا ہے، امام غزالی کی جلیل القدر تصنیف احیاء العلوم کے مطالعہ سے، جسکا اُردو ترجمہ ہو چکا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مصنف قدم قدم پر افلاطون کے عالم مثال کی بل پر گفتگو کر رہا ہے، امام موصوف نے افلاطون کی تصانیف اگر اصل یونانی مین نہین، تو کم از کم انکا عربی ترجمہ ضرور مطالعہ کیا تھا، اور حکیم یونان کی تعلیمات کا اس سامی النسل امام اعظم کے خیالات پر یقیناً بہت عمیق اثر پڑا تھا، لیکن اس مسئلۂ تناسخ کو حکیم بغداد نے شاید حکیم یونان سے بھی زیادہ قابل اخفاء خیال کی، اور اسے ہمیشہ "علم سینہ" کی طرح محفوظ رکھنا چاہا، اُنکے نزدیک یہ بات برملا کہنے والی نہ تھی، اور اسلئے اُنھون نے اس خیال کو بڑے گہرے پردون مین ادا کیا ہے، غزالی کا زمانہ وہ تھا جب خلافت عباسیہ کا شباب[1] تھا، اور شریعت کی ادنیٰ سی مخالفت بھی قابل تعزیر تھی، اسکے علاوہ دور عباسیہ کی ایک افسوسناک خصوصیت بھی جس نے انکی حکومت کو علم کشی و علم پروری کا جامع اضداد بنا دیا تھا، ملحوظ رکھنا چاہیئے خلفاء اسمین شبہہ نہین کہ بہت بڑے علم دوست و علم پرور تھے، چنانچہ یونانی، رومی، و سریانی بلکہ سنسکرت تک کی بیشمار کتابون کا انہین نے ترجمہ کرایا، لیکن وہ اپنی زبان سے کسی دوسری زبان کو افضل و اشرف نہین دیکھ سکتے تھے، اسلئے اسی علم پروری کے پہلو مین علم کشی بھی جاری تھی، یعنی تراجم کے بعد دوسری زبانون کی اصل تصانیف

[1] معارف: صحیح نہین، اس وقت سلجوقیون کی حکومت کا شباب تھا،

جلا ڈالی جاتی تھین،[1] تاکہ کوئی زبان سطح ارض پر عربی کی حریف باقی نہ رہجائے، لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
یونانیون وغیرہ کے جو اصل خیالات تھے وہ پوری قوت و وضاحت کے ساتھ منتقل نہو سکے، اسلئے کہ
خواہ کتنی ہی کاوش و قابلیت سے کیا جاے، پھر بھی ترجمہ ہے، اصل کی قوت و صفائی اسمین کہان
ہو سکتی ہے، امام غزالی نے بھی یونانیون نیز مصر کے اشراقیین جدید سے انہین تراجم کے ذریعہ سے
کیا ہوگا، اسلئے گو احیا رمین قدم قدم پر افلاطون کی جھلک نظر آتی ہے، لیکن وہی ناصفائی اور دھندلا پن
ساتھ، اسمین شبہہ نہین کہ غزالی کا مرتبہ اہل طریقت مین بہت ممتاز ہوا ہے، انھون نے علوم ظاہری کی
تلافی اپنی قوت باطنی سے کرلی تھی، تاہم روح کی تدریجی ترقی و تناسخ کا ذکر تصریح کے ساتھ انکے ہان
غزالی کے بعد ہی تاتاریون کا سیلاب آیا، جس نے اہل عرب کی علمی زندگی کا خاتمہ کردیا، اور
ہلاکو نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی، لیکن فتنۂ ہلاکو سے پیشتر ہی ممالک اسلامی مین انتشار
طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوگیا تھا، اور یہ حالت تقریباً ڈیڑھ صدی تک قائم رہی، یہی وہ زمانہ ہے
موجودہ فارسی شاعری عالم وجود مین آئی، اور مسلمانون نے فقہ و شریعت کے دائرہ سے نکل کر اسرار کائنات
آزادانہ غور و تدبر شروع کیا، اسی زمانہ مین تصوف نے ایک مستقل حیثیت پیدا کی، یہانتک کہ شمس
اور مولانا روم کے زمانہ مین ستان آتھی کی ایک بالکل نئی بساط قائم ہوگئی تھی، شمس تبریز کی خود کوئی
موجود نہین، جو دیوان و کلیات انکے نام سے مشہور ہے وہ انکے شاگرد رشید مولانا ے روم کا
ہند کے مشائخ مین شمس تبریز کی غزلین بجا طور پر نہایت مقبول ہین، اور اکثر سماع کی محفلون مین حاضرین
ان پر حال آتا ہے، (اسی کیفیت کو دیکھکر بعض مغربی مصنفین ان صوفیون کو درویشان رقاص سے
کرتے ہین،) مین کلیات شمس تبریز کو ابھی تمام و کمال مطالعہ نہین کرسکا ہون، تاہم یہ بالکل یقینی ہے کہ شمس
و مولانا ے روم کا طرز بیان، مصنف احیاء العلوم کے لب و لہجہ سے بالکل مختلف ہے، غزالی زیر بحث

[1] معارف: یہ سرتاپا غلط ہے اور اسکی کوئی مثال کتب داستان تک مین بھی نہین پیش کیجا سکتی، معلوم نہین ہمارے ہندو دوست نے یہ واقعہ کسکے استناد پر

کرتے تھے، لیکن رومی بآواز بلند پکار پکار کر کہتے ہین،

من ز قرآن مغز را برداشتم   استخوان پیش سگان انداختم

یہ سگ، کون ہین؟ جبہ پوشان علوم ظاہر، چنانچہ رومی کے بعد سے صوفیہ نے عموماً یہی لہجہ علماء ظاہر کے
متعلق اختیار کرلیا، اور دنیاے اسلام مین رومی کی عظمت مسلّم ہوگئی، جیسا کہ اشعار ذیل سے ظاہر ہوگا،

مثنوی مولوی معنوی   ہست قرآن در زبان پہلوی
من چہ گویم وصف آن عالیجناب   نیست پیغمبر و لے دارد کتاب

مولانا رومی نے ان اسرار کو بالکل بے نقاب کردیا، فرماتے ہین،

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام   ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

آجکل کے تھیاسوفسٹ گروہ کو سات سو برس پیشتر کے اس مقدس اسلامی لٹریچر مین،،، کا عدد
دیکھکر قطعاً ایک خوشگوار تحیر ہوگا، لیکن اس شعر کی عام علماے اسلام بالکل مختلف تاویلات کرتے ہین، اسلئے
ہم اس سے قطع نظر کرکے وہ اشعار پیش کرتے ہین جنمین مولانا نے شک و اشتباہ کی کوئی گنجائش ہی نہین
چھوڑی ہے، ارشاد ہوتا ہے،

از جمادی مُردم و نامی شدم   از نما مردم بہ حیوان سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم   پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شوم
تا برآرم از ملائک بال و پر   جملۂ دیگر بمیرم از بشر
از ملک ہم بایدم جستن ز جو   کل شیء ہالک الا وجہہ
بار دیگر از ملک قربان شوم   آنچہ اندر وہم ناید آن شوم
پس عدم گردم عدم چون ارغنون   گویدم کانا الیہ راجعون

عقیدۂ تناسخ کی اس واضح و صریح تعلیم کی نظیر اگر کہین مل سکتی ہے، تو صرف آریہ ورت کے لٹریچر مین

رومی کا زمانۂ تصنیف تیرہوین صدی عیسوی کے آخر مین تھا، لیکن اسی کے بعد ہی دنیاے اسلام و
امن ونظم قائم ہوگیا، ایران مین ایک شیعی حکومت قائم ہوگئی، مغل وترک قبائل آل عثمان مین ضم ہوگئے
پر خلجیون کا تسلط قائم ہوگیا، اور دکن مین بہمنی خاندان کا پرچم لہرانے لگا، غرض یہ کہ ہندوستان سے لیکر
واسپین تک سارا قطعۂ ارض اسلام کے زیرنگین آگیا، لیکن فرقۂ شیعہ کو صوفیہ کے ساتھ عباسیون سے مخ
عداوت تھی، اور ترکون کو علم وروشن خیالی سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا،[1] نتیجہ یہ ہوا کہ ان اقوام مین تصوف کو
سرسبزی نہ حاصل ہوسکی، لے دیکے صرف ہندوستان ایک ایسا ملک تھا جہان تصوف کا نشوونما ہوسکا
یہان قدرتی طور پر اسلامی تصوف، ہندوؤن کی تعلیمات سے کافی متاثر ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہی تصوف جو
مولد یعنی ایران مین صرف مسلمانون تک محدود رہا، ہندوستان مین اسکے فیض کا دائرہ نہایت وسیع
اور اُس نے کفر واسلام کا امتیاز اُٹھا دیا، دربار اکبری کا شاعر اسی صوفیانہ خیال کو ادا کرتا ہے،

در حیرتم کہ دشمنی کفر ودین چراست ‏ ‏ ‏ از یک چراغ کعبہ وبتخانہ روشن ست

لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان مین اسلامی حکومت کے قیام سے بہت پیشتر مسلمان علم وحکمت
خالی ہوچکے تھے، حکماء اسلام کا آخری شخص **بوعلی سینا** اسوقت تھا جبکہ **محمود غزنوی** قتل وغارت
مصروف تھا، مولانائے روم اُسکے تقریباً ڈیڑھ صدی بعد پیدا ہوئے، اور اُنھون نے چہرۂ حقائق سے نقاب
اُٹھا، لیکن معاً اسلام کے دنیوی اقتدار کی بازگشت کے ساتھ فقہ وشریعت کی حکومت قائم ہوگئی، اور علما
خوف سے سرمستان معرفت کو بھی زبان کھولنے کی جراءت نہوسکی، نوبت یہ پہنچی کہ **شمس تبریز** کی
مشہور ولاجواب غزل کے

چہ تدبیر اے مسلمانان کہ من خود را نمی دانم ‏ ‏ ‏ نہ ترسا و یہودیم نہ گبرم نہ مسلمانم
مکانم لامکان باشد نشانم بے نشان باشد ‏ ‏ ‏ نہ تن باشد نہ جان باشد کہ من خود جان جانانم
دوئی از خود برون دادم، یکے دیدم دو عالم را ‏ ‏ ‏ یکے جویم یکے گویم یکے دانم یکے خوانم

[1] معارف: یہ بھی صحیح نہین

دوسرے شعر کے مصرعۂ ثانی کو مسخ کر کے عام اہل اسلام یون پڑھتے ہین ؎ نہ تن باشد نہ جان باشد کہ من انجان جانانم،
اور اس طرح علماء شریعت کے ڈر سے ہمہ اوست کے اعلیٰ ترین تخیل کو ہمہ از دست کی پستی پر لے آتے ہین -
غرض یہ کہ گو عام اہل اسلام تناسخ کے قطعی منکر ہین، لیکن طریقت کی سطح شریعت سے بلند تر ہے اور
وہان یہ سرّ حقیقت بے نقاب نظر آتا ہے، البتہ اسکے نظر آنے کے لئے بھی چشم بصیرت چاہیئے، اسرار
تصوف ہرکس وناکس کے لئے نہین ہوتے -

معارف:

وحدة الوجود، تناسخ اور **ارتقا** سب علٰحدہ علٰحدہ مفہوم ہین، مضمون نگار نے ان تینون کو ایک معنی
مین لیا ہے، تناسخ جن شرائط اور قیود کے ساتھ ہندو فلسفہ مین تسلیم کیا گیا ہے، وہ نہ صرف اسلام بلکہ تمام سامی
مذہب کے مسئلہ جزا وسزا کے مخالف ہے، وحدة الوجود کا مسئلہ کم وبیش اکثر صوفی مسلمانون مین تسلیم کیا جاتا ہے،
لیکن تفصیل مین اُن مین باہم اتحاد راے نہین، اور اسلام سے اسکی مطابقت ومخالفت کا سوال درحقیقت اسی
تفصیل کی نوعیت پر موقوف ہے، مسلمانون مین اس مسئلہ کے سب سے بڑے علمبردار **محی الدین عربی** ہین، مسئلۂ
ارتقا اپنے اجمالی مفہوم مین متعدد حکماے اسلام کی تصریحات مین داخل ہے، خصوصاً مصنفین اخوان الصفا
ابن مسکویہ، راغب اصفہانی نے اُسکی پوری تفصیل کی ہے، البتہ مولانا **رومی** نے اس نظریہ کا ایک قدم اور آگے
بڑھایا یعنی حکماء ارتقا کا آخری زینہ انسانیت تک لاکر ختم کردیتے تھے، مولانا نے ارتقاء کا ایک اور قدم آگے
بڑھایا اور فرمایا کہ انسانیت کے درجہ تک تو جسمانیت کی تکمیل ہوتی ہے، روحانیت کی تکمیل ابھی نہین ہوئی، اسکے لئے
ضرور ہے کہ انسانیت سے نکل کر پہلے ملکوتیت اور پھر لاہوتیت مین داخل ہو-
مولانا ایک اور مقام پر اسکی تشریح کرتے ہین،

آمدہ اول بہ اقلیم جماد ‏ ‏ ‏ وز جمادی در نباتی اوفتاد
سالہا اندر نباتی عمر کرد ‏ ‏ ‏ وز جمادی یاد ناورد از نبرد

وز نباتی چون بحیوان اُوفتاد — نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد

جز ہمان میلے کہ دارد سوے آن — خاصہ در وقتِ بہار ضیمران

ہمچو میلِ کودکان با مادران — سرِ میلِ خود بداند در لبان

ہمچنین اقلیم تا اقلیم رفت — تا شد اکنون عاقل و دانا و زفت

اس بیان مین مولانا نے اس مسئلہ کو بھی واضح کر دیا کہ انسان کو گوشت اور نباتات کے کھانے کا کیون ذوق ہے، فرماتے ہین کہ ہر شے کو اپنی اصلیت کی طرف میل کامل ہوتا ہے، جسطرح شیر خوار بچہ مان کے دودھ سے اپنے کو نشو و نما دیتا ہے، اُسی طرح انسان جسکی اصلیت نباتات و حیوانات ہین، اور وہ گویا اسکی مادر فطرت ہین وہ مجبور ہے کہ اپنے جسمانی نشو و نما کو اُنھین کے ذریعہ سے ترقی دے اور چاہتا ہے کہ انکو اپنے اندر داخل کرے، مولانا کے

ہمچو سبزہ بار بار روئیدہ ام — ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

سے اکثر قائلین تناسخ نے مولانا کے معتقد تناسخ ہونے پر استدلال کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہین، مولانا دیگر حکما کی طرح مسئلہ تجدد امثال کے قائل تھے، یعنی یہ کہ ہر آن مین انسان کے جسم کے ذرات بدلتے رہتے ہین، اور اس طرح جسم باوجود یکسانیت اور ایک ہی طرح نظر آنے کے ہمیشہ بدلتا رہتا ہے، فرماتے ہین،

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے است — مصطفیٰ فرمود دنیا ساعتے است

ہر نفس نو می شود دنیا و ما — بے خبر از نو شدن اندر بقا

عمر ہمچون جوے نو نو می رسد — مستمرے می نماید در جسد

فیثاغورث گروہ نے "۰۰۰" کے عدد کو اپنا نشان راز مقرر کیا ہے، مولانا کے کلام مین "ہفتصد ہفتاد" کے لفظ کو مضمون نگار نے سمجھا ہے کہ یہ وہی "۰۰۰" کا مقدس عدد ہے، لیکن ہر ادنیٰ فارسی دان جانتا ہے کہ ہفتصد و ہفتاد "۰۰" ہے نہ کہ "۰۰۰"

مسلمان حکما مین جو اصلی معتقد تناسخ ہے، مضمون نگار نے اسکا نام ہی نہین لیا، وہ شیخ الاشراق شہاب الدین ہین، حکمۃ الاشراق مین اُسپر اپنے جانتے دلائل فلسفیانہ کے علاوہ قرآن مجید سے بھی استدلال کیا ہے۔ زکریا رازی بھی اسکا

تلخیص و تبصرہ

مسئلہ خلافت اور علماے یورپ

مسئلہ خلافت محض ایک سیاسی مسئلہ نہین، بلکہ کم از کم مسلمانون کے لئے تو تاریخی، علمی، و تمدنی حیثیت سے بھی اہمیت رکھتا ہے۔ پچھلے چند ماہ مین انگریزی جرائد و رسائل نے اسپر جو نہایت کثرت سے مضمون آرائیان کین ان کا بیشتر حصہ ایک انبار ہے سیاسی خرافات کا، تاہم دریا کی گہرائیون مین کبھی موتی بھی نکل آتے ہین،

سر تھیوڈور ماریسن نے اس موضوع پر ٹائمز مین متعدد مضامین لکھے، ایک مضمون کے سلسلہ مین تحریر فرماتے ہین:-

"اہل یورپ کو سب سے پہلی بات یہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ مسلمانان عالم کو ترکی کے ساتھ قلبی یگانگت ہے اور سلطان ترکی کے دنیوی اقتدار کے خاتمہ کا خیال ہی اُنھین برہم کر دینے کو کافی ہے، اس موقع پر ہمارا یہ اُن سے یہ کہنا بالکل عبث ہے کہ اُنھین سلطان کو اپنا خلیفہ تسلیم کرنا چاہیئے، چاہیئے یا نہ چاہیئے، بہر حال واقعہ یہ ہے کہ وہ تسلیم کرتے ہین۔ وہ خوب جانتے ہین کہ خلافت، عباسیہ کے ہاتھ سے نکل کر آل عثمان تک کیونکر پہنچی ہے، لیکن اس راز کے محرم ہونے کے بعد بھی وہ اپنے اس خیال مین بالکل پختہ و غیر متزلزل ہین، یہ تاریخی داستان مجھسے ایک مسلمان فاضلِ اجل، مولانا شبلی نعمانی نے بیان کی تھی، اور بعینہ وہی باتین کہین جو آج ڈاکٹر گریول (یا دوسرے مسیحی) کہتے ہین، لیکن با این ہمہ اگر آج شبلی زندہ ہوتے تو قسطنطنیہ سے ترکون کے اخراج کی تجویز پر وہ بھی اُسیقدر برہم ہوتے جیسے عموماً مسلمانانِ ہند ہو رہے ہین، بے شبہہ ہم اس پر تاسف کر سکتے ہین کہ مسلمانون کے یہ عقاید کیون ہین، لیکن اس واقعہ سے انکار نہین ہو سکتا کہ ہین یہی عقاید"

ایک دوسرے مراسلہ مین لکھتے ہین:-

"اسلام محض ایک مذہب کا نام نہین، وہ ایک تمدن بھی ہے ..... مسلمانان عالم تمامتر اس تمدن سے وابستہ ہین، اور وہ اس تمدن کے فنا ہو جانے کے خیال کو بھی نہین برداشت کر سکتے، اُنکا یہ اعتقاد ہے اور ہم بھی اس اعتقاد مین اُنکا شریک ہون، کہ اس اسلامی تمدن کا نشوونما کسی غیر اسلامی حکومت کے زیر سایہ مین ہو ہی نہین سکتا"

نامور مستشرق پروفیسر براؤن نے بھی اس بحث پر ٹائمز مین ایک مضمون لکھا ہے اُسکے آغاز مین لکھا ہے کہ

"مجھے ہمیشہ اس امر پر سخت حیرت رہی ہے کہ جو لوگ محمدؐ کی رسالت کے منکر ہین وہ کیون اس بحث مین اپنا اسقدر وقت و دماغ صرف کرتے رہتے ہین کہ خلافت یا نیابت کا حقدار کون ہے، یہ بالکل ایسی ہی مہمل بات ہوگی جیسے مسلمان اس فیصلہ کے درپے ہو جائین کہ مسیحیون مین 'پوپ' یا 'حامی سنت' کے لقب کا حق کسکو پہنچتا ہے"

اسکے بعد وہ متعدد تاریخی واقعات کے استناد سے یہ دکھاتے ہین کہ یہ مسئلہ مسلمانون مین شروع سے نزاعی رہا ہے، چنانچہ خوارج نے تو یہ انتہا کردی کہ قریش کے مقابلہ مین ادنیٰ ترین قوم کے فرد کو ترجیح دینے لگے۔ وہ لکھتے ہین کہ سلاطین آل عثمان منصب خلافت کے کچھ آج مدعی نہین ہوے ہین، بلکہ اگر سلطان سلیم (۱۵۱۲) سے نہین تو اُسکے فرزند سلیمان اعظم (۱۵۲۰ تا ۱۵۶۶) کے زمانہ سے تو اُنکا یہ دعویٰ بہر حال چلا آتا ہے، چنانچہ سلیمان کی وفات پر مفتی ابو السعید نے عربی زبان مین جو مرثیہ کہا تھا، اسمین تصریحاً اُسے "خلیفۃ اللہ" کے لقب سے یاد کیا ہے، یہ مرثیہ وسٹنفیلڈ کے "آثار مکہ"[لہ] جلد۴ صفحہ ۳۲۸ تا صفحہ ۳۳۴ مین مندرج ہے، مزید شہادت فریدون بے کے مرتب کردہ کاغذات سرکاری[کہ] سے بہم پہنچ سکتی ہین، پروفیسر براؤن، سر اڈورڈ کریسی کے الفاظ ذیل سے بحرف اتفاق ظاہر کرتے ہین کہ

جب سلیم نے مصر فتح کیا تو وہان عباسی نسل کا خلیفہ فرمانروا تھا، سلیم نے اسے اسپر آمادہ کیا کہ وہ

لہ Wustenfeld's chroniken der stadt Mekka.

کہ Turkish state papers.

خلافت کو باضابطہ سلیم اور اُسکی نسل کی جانب منتقل کردے، ساتھ ہی سلیم نے خلافت کے آثار ظاہری بھی جنکے حامل عباسیہ چلے آتے تھے، اپنے قبضہ مین کرلئے، یعنی علم مقدس، وشمشیر، و ردائے پیغمبر[لہ] (تاریخ اتراک عثمانی صفحہ ۱۰۰)

پروفیسر موصوف، سر تھیوڈ ر مارنین کے اقتباسات مندرجہ بالا کی پوری تائید کرتے ہین، اور اپنے مضمون کو یون ختم کرتے ہین:-

"اگر گنجائش ہوتی تو مین انہی بیانات بالا کی تائید و توثیق مین اور بہت کچھ لکھ سکتا ہون، اب وقت آگیا ہے کہ اگر دنیا کے مہمات مسائل کو پوری طرح سمجھنا ہے تو سیاسی ہنگامہ آرائی کے بجاے سنجیدگی کے ساتھ تاریخی حقائق و واقعات پیش نظر رکھے جائین"

بندر اور وحشی انسان

بندر اور انسان کا قریبی تعلق سائنس کا ایک اہم مسئلہ ہے، حال مین انگلستان کے ہفتہ وار رسالہ پاپولر سائنس سفٹنگز نے اس موضوع پر ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے، صاحب مضمون کا دعوئی ہے کہ روزانہ زندگی کے بہت سے اعمال جنمین کسی خاص غور و فکر کی ضرورت نہین ہوتی، مثلاً جھاڑو دینا، خندق کھودنا وغیرہ ایسے ہین جو بڑے قسم کے بندرون سے لئے جا سکتے ہین، اور اسطرح انسانون کی ایک بڑی جماعت ان مشاغل سے فارغ ہو کر دوسری چیزون کی طرف متوجہ ہو سکتی ہے۔

صاحب مضمون کی روایت ہے کہ حال مین ایک مقام پر اتفاق سے دو سرکس جمع ہوئے، اُن مین سے ایک کے ہمراہ ایک بڑے قد کا چمپانزی بندر تھا، اور دوسرے کے ساتھ افریقہ کا ایک وحشی انسان تھا جو پست ترین دماغی سطح رکھتا تھا، جسے عموماً بن مانس کہتے ہین، ان دونون کے خصائص دماغی کے مقابلے سے

لہ Crenay's history of Ottoman Turks.

معلوم ہوا کہ چمپانزی کسی حالت مین بن مانس سے عقلاً کم نہین،

" اس وحشی انسان کی زبان مین کل ۵۰۰ الفاظ ہین، اسکا حافظہ بے شبہہ نہایت قوی ہے، لیکن استدلال و استنباط کی قوت گویا مفقود ہے، چنانچہ لفظ "پرسون" کا کوئی مفہوم ہی اسکے دماغ مین نہین پیدا ہوتا، اور نہ وہ تین سے زاید گنتی گن سکتا ہے، وقت و زمان کا چونکہ اُسے کوئی تخیل نہین، اسلئے وہ اپنی عمر بھی نہین بیان کرسکتا، لیکن غالباً اسکی عمر ۵۰ سال کی ہے، زمین پر جہاڑو دیتے وقت اگر اسکی نگرانی پوری طور پر رہے تو وہ ٹہیک کام کرتا ہے، لیکن اگر نگاہ ذرا چوک جاتی ہے تو وہ سارا خس و خاشاک سابق کی طرح از سر نو زمین پر بکھیر دیتا ہے، اسے جلد غصہ نہین آتا بلکہ علی العموم وہ بہت ہی خوش مزاج ہوتا ہے، اسکی زبان مین "مان" اور "باپ" کے لئے الفاظ ہین مگر وہ دونون مین کوئی فرق نہین کرتا۔"

اسکے مقابلہ مین چمپانزی جسکے کان بہت بڑے ہین، اسکی عمر ۱۲ سال کی ہے، اور قد ۴ فٹ، اسکا وزن ۸۰ پونڈ (تقریباً ۴۰ سیر) ہے، محققین کا اسپر اتفاق ہے کہ اسکے اعمال سے صاف قصد و تعقل مترشح ہوتا ہے، اسکو جب کوئی شخص مٹھائی دیتا ہے تو وہ اُسے اپنے آقا کے حسب ہدایت اُسی کے ہاتھ میں دیتا ہے، لیکن اگر مٹھائی کی ڈلی ایک سے زاید ہوتی ہے، تو ایک وہ اپنی ہتھیلی مین چھپا لیتا ہے، اسپر اگر آقا ڈانٹ بتاتا کرتا ہے تو وہ اپنی بے قصوری ثابت کرنے کو خالی ہتھیلی اُسے دکہا دیتا ہے، اس فعل کا صدور ظاہر ہے کہ تعقل کی وساطت کے نہین ہوسکتا۔

ایک مرتبہ سنگ مرمر کے دس ٹکڑے اُسے کہیلنے کے لئے دیئے گئے، جن سے وہ دن بھر کھیلتا رہا، اسکے بعد وہ بکس جسمین وہ ٹکڑے تھے، اس سے لیلیا گیا، اور اُن مین سے دو ٹکڑے غائب کردیئے گئے، اب وہ بکس جب دوبارہ اُسے دیا گیا تو اُس نے آٹھون ٹکڑون کو گن کر باقی دو کی تلاش شروع کی،

اس وحشی انسان کے مقابلہ مین جو تین سے اُوپر گنتی نہین جانتا تھا، یہ بندر گویا نیوٹن تھا جو آٹھ تک گن لیتا تھا، اور جمع و تفریق سے واقف تھا۔

اخبار علمیہ

ماہ گذشتہ مین آکسفرڈ یونیورسٹی پریس نے ایک بلند پایہ کتاب مسلمانون کے فن تعمیر پر شایع کی ہے جسکا نام "اسلامی طرز تعمیر، اسکا آغاز و ارتقاء" (Muslim Architecture its origin and Development) ہے، اصل مصنف ایک اطالوی محقق، جی، ٹی، ربودیرا ہے، اطالوی زبان سے انگریزی ترجمہ مسٹر رشفورتھ نے کیا ہے، کتاب مین اصلی بحث مسجد و محراب کے طرز تعمیر اور اسکی تاریخ سے کیگئی ہے، اسکے ساتھ (۱۸۰) تصاویر بھی شامل ہین،

—•‹•×•›•—

حیدرآباد دکن کی مجلس آثار قدیمہ (آرکیالوجیکل سوسائٹی) نے اپنے بانی سر الگزنڈر پنے کی یادگار مین ہر دوسرے سال ایک طلائی تمغہ اس شخص کو دینا تجویز کیا تہا جو دکن تاریخ یا آثار قدیمہ پر بہترین تصنیف کرے، چنانچہ ۱۹۱۸ء مین چھ مختلف اصحاب نے اس تمغہ کے حصول کی کوشش کی، فیصلہ کرنے والی کمیٹی کے تینون ارکان آکسفرڈ یونیورسٹی کے مشاہیر فضلا تھے، یعنی ڈاکٹر اسمتھ (ماہر فن تاریخ) ڈاکٹر کروک (ماہر علم الانسان) و ڈاکٹر بیرٹ (ماہر علم الاجتماع) اس کمیٹی نے سب سے بہتر تصنیف مسٹر ہنری کزنس کی قرار دی، جسکا عنوان "بیجاپور اور اسکے آثار" ہے، دوسرے نمبر پر پروفیسر پنچانن مترا کی تصنیف "دکن کی اقوام و تہذیب عصر قبل تاریخ مین" قرار پائی۔

—•‹•×•›•—

علم ہیئت کی ایک فاضلہ مس لوُمس نے حساب لگا کر بتایا ہے، کہ ہوائی جہاز کے ذریعہ سے جسکی فی گھنٹہ رفتار دو سو میل فی گھنٹہ ہو، اگر آسمان کی سیر کیجائے اور درمیان مین مطلق توقف نہ کیا جائے، تو انسان پانچ ہفتون مین

قمر تک پہنچ سکتا ہے، زہرہ تک کچھ اوپر ۱۲ سال مین، مریخ تک ۲ سال مین، مشتری تک دو سو برس مین، زحل تک ساڑہے چار صدیون مین، عطارد تک کم و بیش ایک ہزار سال کی مدت مین، اور نیپچون تک ڈیڑھ ہزار سال مین!

لیکن یہی مسافتین اگر روشنی کی رفتار سے طے کیجائین جسکی شرح ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل فی ثانیہ ہے، کرۂ ارض کا چکر ⅛ ثانیہ مین لگایا جاسکتا ہے، قمر تک ۱¼ سکنڈ مین پہنچا جاسکتا ہے، آفتاب تک ۸ منٹ مین اور نیپچون تک کچھ اوپر چار گھنٹہ مین،

یہ حال سیارون کا تہا، ثوابت (ستارون) کا فاصلہ اِن سے بدرجہا زیدہ ہے، اُنکی خارج از وہم دوری مسافت کا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ اگر ہوائی جہاز کے ذریعہ سے جسکی شرح رفتار دو سو میل فی گھنٹہ ہو، اور جو ایک لحظہ کے لئے بھی کہین توقف نہ کریگا، نیپچون سے قریب ترین ستارہ تک سفر کیا جائے، تو اُس مین ایک کرور ۴ لاکھ سال کی مدت صرف ہوگی، اور اس اثناء مین خود نظام شمسی معلوم نہین کہان سے کہان پہنچ جائے، اسلئے کہ آفتاب مع اپنے نظام کے برابر ۱۲ میل فی سکنڈ کے حساب سے آگے بڑھتا چلا جارہا ہے۔

آخری اعداد کے بموجب سال گذشتہ مین ہندوستان مین مدارس کی تعداد ۱۹۶۹۱۹ تھی، اسمین بمقابلہ سال پیوستہ کے ۴۲۶۱۴ کا اضافہ ہوا، طلبہ کی مجموعی تعداد ۷۹۴۸۰۶۸ تھی، اسمین بہ نسبت سال پیوستہ کے ۹۶،۱۲۲ کا اضافہ ہوا، سال پیوستہ مین آبادی کے تناسب سے طلبہ کی تعداد ۳٫۲۲ تھی، سال گذشتہ مین ۳٫۲۶ تک پہنچی، اساتذہ کی مجموعی تعداد سال گذشتہ ۲۹۲۷۳۹ تھی، جسمین سے ۹۵۵۶۲ ٹرینڈ تھے اور ۱۹۸۷۶ ازیر ٹریننگ تھے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ سال عیسوی ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے، جسکے بعض مہینہ ۳۰ اور بعض ۳۱ دن کے ہوتے ہین، حال مین امریکہ مین یہ تحریک زور و شور سے ہوئی ہے، کہ سال کے سب مہینے مساوی مدت کے ہونے چاہئین، اور ہر مہینہ ۲۸ دن کا ہونا چاہیئے، اس حساب سے بارہ مہینون کی مجموعی مدت ایام ۳۳۶ دن کی ہوتی ہے، اسکے لئے یہ تجویز ہے کہ ایک تیرہوان مہینہ لبرٹی کے نام سے اضافہ کیا جائیگا، جو فروری و مارچ کے درمیان ہوگا اور جو ۲۹ دن کا ہوگا، اس تقویم مین سہولت یہ ہوگی کہ ہر ماہ دوشنبہ سے شروع ہوگا، اور یکشنبہ کو ختم ہوگا، اور جس روز جو تاریخ پڑیگی اُسی کے مطابق ہمیشہ واقع ہوتی رہیگی، ۲۸ دسمبر و یکم جنوری کے درمیان ایک نئے دن کا اضافہ کیا جائیگا جسکا نام محض "نوروز" ہوگا، علیٰ ہذا حساب کو درست کرنے کے لئے ۲۸ فروری و یکم مارچ کے درمیان ایک نیا دن بڑہانا پڑیگا جسکا نام "یوم اصلاح" ہوگا، اگر یہ تحریک مقبول ہوگئی تو سنہ ۲۲ سے اسپر عمل شروع ہوجائیگا،

آثارِ علمیہ و ادبیہ

نامۂ سرسید و شبلی

دربارۂ تفویض تعلیم دینیات بمولوی عبداللہ صاحب انصاری

قبلہ ام - آداب ، مولانا عبداللہ صاحب انصاری ماشاءاللہ جلیل القدر فاضل اور نہایت
با برکت شخص ہین ، اب یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کا ترجمہ جو کہ خاکسار کالج کلاس کے طلبہ
پڑہاتا ہے ، وہ مولانا صاحب ممدوح کے متعلق کر دیا جائے ، علاوہ عمدہ تعلیم پانیکے طلبہ کو انکی برکت
روزانہ مستفیض ہونے کا موقع ملیگا -

شبلی ،

۲۰ جنوری سنہ ۱۸۹۵ع

شمس العلما مولوی شبلی صاحب ،

یہ کام مولوی عبداللہ صاحب کے متعلق نہین ہو سکتا ، اُن سے ایک خاص کام طے ہوا ہے
دیگر خدمات سے ہمیشہ مستثنیٰ رہین گے ، لہذا یہ کام اُنکے متعلق کرنا مناسب نہین ہے ، آپ برسون س
بخوشی خاطر یہ کام کر رہے ہین ، اب کیون خود غرضی سے جی چراتے ہو ،

سید احمد

۲۰ - جنوری سنہ ۹۵ع

قبلہ ام - اگر جناب کو کچھ خرابی کا احتمال ہو تو مولوی عبداللہ صاحب کے متعلق یہ کام صرف ایک
دو مہینے کے لئے کر دیا جائے ، میری یہ استدعا ایک معمولی بات تھی لیکن بعض وقت بدقسمتی سے چھوٹی
بات بھی ایک امر مہم بنجاتا ہے ، جب مولوی صاحب ہر ہفتہ نہایت تفصیل و توضیح کا موقع پاکر دو گھنٹ

ہو گئے ہین تو ترجمہ مین کیون نہ احتیاط کرین گے ، مین پہلے روز انکو قرآن کے گھنٹہ مین بلا کر دکھا دونگا
مین اس طرح پڑہاتا ہون اور آپ کو بھی یون ہی پڑہانا چاہیئے ، وہ ضرور اسی طرح پڑہائین گے ، کالج کا
بہ ظاہرا اسمین کوئی نقصان نہین ہے ، بلکہ جو شخص خاص دینیات کے لئے ایک معقول مشاہرہ پاتا ہو ،
کالج کی انتظامی حیثیت سے یہ کام اسکے متعلق ہونا بہتر ہے ، میری ذاتی غرض صرف اسقدر ہے کہ مجھکو
کتابیں پڑھنے کے لئے وقت نکل آئیگا ، ورنہ چونکہ جاڑہ دن مین مدرسہ ۹ بجے سے ہوتا ہے اور صبح
بجے ہوتی ہے ، اسلئے ضروریات سے فارغ ہو کر ذرا دیر کے بعد کھانا کھانے کے مدرسہ کے
تنگی پڑجاتی ہے ، اگر میری اس استدعا کو میرے جی چرانے اور کسی قسم کی خود غرضی پر محمول کیا جائے
تو میری کمال بدقسمتی ، اس باب مین میرے یہ آخری کلمات ہین -

شبلی ،

۲۲ - جنوری ،

مولوی شبلی صاحب ،

آپ نے اپنی طولانی تحریر کو ایسے عنوان سے شروع کیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مجھکو
مولویصاحب کے کام پر اطمنان نہین ، (حاشا و کلا) اگر ایسا ہوتا تو ایسا عظیم الشان کام جو کہ کالج کی
ہے اُنکے سپرد ہرگز نہ کیا جاتا ، مجھے ان پر بہت بڑا اطمنان ہے ، وہ صدہا علما مین سے اس
جلیل القدر کام کے واسطے منتخب کئے گئے ہین ، شاید آپکا خیال خرابی یا بے اطمنانی کی طرف میرے
الفاظ سے گیا ہوگا کہ (یہ کام انکے متعلق کرنا مناسب نہین) اسکے یہ معنی ہین کہ مین کسی طرح اُنکے
مرضی کوئی کام انکے متعلق کرنا پسند نہین کرتا ، اگر مین منشی سعید احمد صاحب کی معرفت مولویصاحب کی
مبارک دریافت کرونگا -

۲۲ - جنوری سنہ ۹۵ع

ادبیات

بزم سخن

جولائی کے وسط ہفتہ مین ہندوستان مین ہر جگہ برسات کا موسم ہوگا لیکن دار المصنفین مین ان دنون فصل بہار بھی کہ بعض وہ احباب جنکے وعدون پر کئی بہارین گذر چکی تھین اور وہ پورے نہین ہوتے تھے اس ہفتہ مین تکمیل کو پہنچے، یہ سارا ہفتہ گو علم و فن اور شعر و سخن کے تذکرون سے معمور رہا، لیکن وہ لذت کیف ابتک باقی ہے، جب ایک شب ماہ مین، یہ طے پایا کہ ہر صاحب، اپنے اپنے مذاق کے لحاظ سے مرزا غالب کا ایک ایک شعر جو انکے نزدیک بہترین ہو سنائین، اس ادبی دسترخوان پر جو سامان ضیافت جمع ہوا چونکہ وہ سفرۂ عام تھا اسلئے ہم اسکو اپنے ناظرین کے سامنے بھی آج چن دیتے ہین،

پروفیسر عبد الباری صاحب ندوی،

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا — یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن — بیٹھا رہون تصور جانان کئے ہوئے

مولوی عبد السلام صاحب ندوی،

اچھا ہے سر انگشت حنائی کا تصور — دل مین نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

مولوی عبد الماجد صاحب بی۔اے،

ہستی کے مت فریب مین آجائیو اسد — عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

ہان کھائیو مت فریب ہستی — ہر چند کہین کہ ہے نہین ہے

سید سلیمان ندوی،

قید حیات و بند غم اصل مین دونون ایک ہین — موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیون

مولوی ابو الحسنات صاحب ندوی،

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج — مشکلین اتنی پڑین مجھ پر کہ آسان ہوگئین

جانفزا ہے بادہ جسکے ہاتھ مین جام آگیا — سب لکیرین ہاتھ کی گویا رگ جان ہوگئین

مولوی ضمیر الدین صاحب بی۔اے۔ ال ال بی،

نہ گل نغمہ ہون نہ پردۂ ساز — مین ہون اپنی شکست کی آواز

فریاد اکبر

حس غم و شادی کا نہین قوم مین اب حس — چشم عقلا سے یہ بصیرت ہوئی مفقود

پابند ہین اُسکے رزولیوشن جو ہوا پاس — ہنسنے پہ بھی تیار ہین رونے کو بھی موجود

الو سے کہا مین نے کہ خاموش ہو کیون تم — تقریر نہ تحریر نہ غصہ نہ خوشامد

بابو کے نہ دمساز نہ یارون کے ہم آواز — ماہی ہین نہ ممتاز نہ اشتر مین سر آمد

کہنے لگے کیا آپکو معلوم نہین ہے، — "آنرا کہ خبر شد، خبرش باز نیامد"

جمہور نے پرش کیشن کہدیا اظہار مین — قوم کالج مین اور اسکی زندگی اخبار مین

شوہر افسردہ پڑے ہین اور مرید آوارہ ہین — بیبیان اسکول مین ہین، شیخ بھی دربار مین

فکرِ سُہیل

مولوی اقبال احمد صاحب سُہیل ایم اے ال ال بی

سُنائین کسکو الٰہی غمِ نہان اپنا
اس انجمن مین نہین کوئی ہمزبان اپنا

بلا نہ بیخبری مین کہین فشان اپنا
سراغ ہم نے لگایا کہان کہان اپنا

مٹایا ہم نے محبت مین خانمان اپنا
ہنوسکا مگر اب بھی وہ بدگمان اپنا

نہین ہے خوفِ اسیری سے ہمتِ پرواز
ہمین تو کنجِ قفس ہے یہ آشیان اپنا

بُری ہے صورتِ طیارہ رفعتِ پرواز
ہمیشہ سینے مین گھٹکر رہا دہوان اپنا

دہانِ زخم پہ کردی ہے رعبِ حُسن نے مہر
سُنائے کیا غمِ دل عشقِ بے زبان اپنا

مجھے بھی اِذنِ فغان ہل سکے تو مُرغِ اسیر
ترے قفس سے بدل لون مین آشیان اپنا

کسی طرح تو ملے دادِ سخت جانی کی
بنالین کاش مجھے سنگِ آستان اپنا

تری چھُری سے نہ جھپکیگی آنکھ ای صیاد
ازل سے برق کا دامن ہی آشیان اپنا

یہ امتیازِ من و تو مٹا محبت مین
کہ آپ پر مجھے ہونے لگا گمان اپنا

لحد مین کوئی نہین ہے شریکِ تنہائی
بلا سے ایک زمانہ ہے نوحہ خوان اپنا

الٰہی خیر کہ صیاد لیکے دستۂ گُل
چلا ہے آج سجانے کو آشیان اپنا

دیارِ حُسن کی آب و ہوا معاذ اللہ
کہان سے بھول پڑا ہمین کاروان اپنا

وفا فروش نہین ہم کہ مثلِ لالۂ و گُل
پھرین دکھاتے ہوئے زخمِ خونچکان اپنا

یہ امنِ سلطنتِ حسن ہی کہ اہلِ وفا
ہتیلی پر لئے پھرتے ہین نقدِ جان اپنا

صدائے زنگلۂ دل پیامِ عبرت ہی
روان ہی منزلِ ہستی سے کاروان اپنا

سکوتِ شمع پہ صدقے ہزار نطقِ سُہیل
یہ کہہ سکی تو سرِ بزم سوزِ جان اپنا

باب التقریظ والانتقاد

تاریخ التعلیم، مرتبۂ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد ایم اے ڈی ایس سی، پرنسپل علیگڈھ کالج ضخامت ۱۲۱ صفحہ، سائز ۲۰ × ۲۶، قیمت عہ، ملنے کا پتہ:- دفتر کانفرنس علیگڈھ،

ڈاکٹر صاحب ہماری قوم مین بحیثیت ماہرِ فنِ تعلیم مدت سے شہرت رکھتے ہین چنانچہ آج سے تیرہ چودہ برس پیشتر جب وہ یورپ سے واپس آئے ہین، اسی وقت سے انکی ذات سے بہترین تعلیمی توقعات وابستہ ہوگئی ہین جو افسوس ہے کہ ابتک برائے نام ہی پوری ہوئین، تاریخ التعلیم انکی شاید سب سے پہلی تالیف ہے۔ بقول مولف تاریخ تعلیم سے مقصود یہ ہے کہ

"نوع انسان نے جو ترقی ہر ملک ہر زمانہ و ہر قرن مین ذہنی و اخلاقی حیثیتون سے کی ہے، اسکے تمام حالات وکیفیات اور اُسکے متعلق تمام معلومات"

فراہم کیجائین، اسقدر وسیع موضوع کو سنبھالنا کوئی آسان امر نہ تھا جناب مولف کو خود اعتراف ہے کہ

"یہ مختصر اوراق اُسکے بیان کرنے کے لئے ہرگز کافی نہین ہوسکتے"

اسلئے اُنھون نے اسکی صرف ایک شاخ فنِ تدریس کو انتخاب کیا، اور اُسکو بھی چار حصون مین تقسیم کیا جنمین سے صرف حصۂ اول ہنوز شائع ہوا ہے، اس حصہ کا موضوع "مسئلۂ تعلیم کی تاریخ علمی و عملی حیثیتون" سے بیان کرنا ہے، تمہید کے بعد صفحہ ۵ پر "باب اول" درج ہے، جسکے نیچے کوئی توضیحی عنوان نہین، "باب اول" سے قدرتی طور پر یہ متبادر ہوتا ہے کہ آگے اور ابواب بھی ہونگے، لیکن شاید ساری کتاب ایک ہی باب کے نذر ہوگئی، بلکہ جس اچانک طریقہ پر کتاب کا خاتمہ ہوا ہے، اس سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ غالباً باب اول کا کچھ جزو اب بھی باقی رہ گیا ہے جو آئندہ حصون مین درج ہوگا،

ایسے مواقع پر فہرست مضامین بہت سہولت پیدا کردیتی ہے، لیکن اس کتاب مین شاید فہرست کا اندراج

بھی سہواً رہ گیا۔

فن تدریس کے مورخ سے توقع یہ تھی کہ قدیم متمدن اقوام کے طریقۂ تدریس پر شرح و بسط سے گفتگو کریگا لیکن
تاریخ التعلیم مین متعدد واہم اقوام قدیمہ مثلاً اہل چین واہل مصر کا مطلق ذکر نہین، اور ہندوستان اور بنی اسرائیل
صرف دو دو صفحون مین ذکر ختم کر دیا گیا ہے، جس سے معلوم نہین ناظرین کے کس طبقہ کی معلومات مین اضافہ مقصود
تھا؟ یونان، ممالک اسلامی اور یورپ کے مشاہیر علمار تعلیم کے اصول و خیالات پر البتہ کسیقدر تفصیل سے بحث کی
لیکن یہ معلومات تمامتر وہ ہین جو اس فن سے متعلق انگریزی کی ہر متداول کتاب مین ملجاتے ہین،

اعداد و واقعات کی نقل مین مسامحت و بد احتیاطی کی جا بجا مثالین ملتی ہین، صفحہ ۱۱۰ پر تحریر ہے کہ اسپنسر کی
مشہور ترین کتاب ،، کا نام "فلسفۂ ترکیبی" تھا، حالانکہ اس نام سے اسکی کوئی کتاب موسوم نہین "فلسفۂ ترکیبی"
درحقیقت اُسکے پورے نظام فلسفہ کا نام تھا جسکے سلسلہ مین اُس نے متعدد مجلدات تیار کئے ہین، یہ بالکل ویسی
ہی ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ مولانا شبلی کی بہترین تصنیف کا نام "سلسلۂ آصفیہ،، تھا۔

اسی صفحہ پر اسپنسر کا سال وفات ۱۸۹۳ء لکھا ہے حالانکہ وہ ۱۹۰۳ء تک زندہ رہا تھا اسطرح کی متعدد مثالین موجود
کتاب کی زبان و طرز ادا کے متعلق افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسمین کسی قسم کی دلکشی نہین، اکثر مقامات پر صاف
ترجمہ معلوم ہوتا ہے، اور ترجمہ بھی لفظی۔ جملون کی ساخت و ترکیب عموماً اردو کے لئے نامانوس ہے، دو ایک لفظ تقریباً ہر
صفحہ پر ایسے آگئے ہین جو ادنیٰ توجہ سے درست ہو سکتے تھے، صفحہ ۱۶ پر "مادہ پرستی" یا "مادیت" کے بجائے "مادیت پرستی"
"اولیٰ" کے بجائے "اولیٰ تر" صریحاً غلط ہین، کہین کہین عبارت بالکل بے معنی ہو گئی ہے،

لیکن باوجود ان لغزشون اور لغزشون کے کتاب کا مطالعہ فی الجملہ بہت سے ناظرین کے لئے مفید ہوگا، اور
بحیثیت مجموعی ہمین یہ کہنے مین تامل نہین کہ اگرچہ تاریخ التعلیم ڈاکٹر ضیاءالدین احمد کی تعلیمی شہرت سے بہت ہی فروتر ہے
تاہم اردو کی ناداری کو دیکھتے ہوئے یہ بھی غنیمت ہے، ڈاکٹر صاحب اگر آیندہ ایڈیشن مین زیادہ توجہ و احتیاط
ملحوظ رکھین تو یقیناً اس سے بہتر و مفید تر کام کر سکتے ہین۔

مطبوعاتِ جدیدہ

مشاہیر یونان و روما جلد دوم، یونانی حکیم پلوٹارک کی مشہور کتاب "پیرلل لائوز" کا اردو ترجمہ از جناب
سید ہاشمی فریدآبادی۔ شایع کردہ انجمن ترقی اردو۔ اس کتاب کا پہلا حصہ گذشتہ سال شایع ہو چکا ہے، اب اُسکا
دوسرا حصہ شایع ہوا ہے، یہ یونان و روما کے مشہور خطبار اور رجال سیاست کی سوانحعمریان ہین جنمین نہایت خوبی
کے ساتھ انکے ان خصوصیات کو نمایان کیا گیا ہے، جو انکی کامیابی اور شہرت دوام کا باعث ہوئین۔

ترجمہ کی عبارت جلد اول سے بہت زیادہ سلیس، روان اور صاف ہے گو اب بھی ناقدین کہین کہین لغزش
گرفت کر سکتے ہین، لیکن کم، ہماری رائے مین جناب مترجم مجموعی حیثیت سے اپنی کوشش مین کامیاب رہے ہین،
اور انکا قلم آیندہ سال گذشتہ سال سے بہتر نمونہ پیش کر رہا ہے، صفحے ۳۰۸، لکھائی چھپائی عمدہ، کاغذ سفید تقطیع
کتابی قیمت مجلد ؏، غیر مجلد ؏، پتہ:- صدر دفتر انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، دکن،

رسالہ علم نباتات، اردو زبان مین فلاحت و باغبانی پر گو بہت پرانی کتابین موجود ہین، لیکن مستقل علم نباتات
پر ابتک کوئی کتاب موجود نہین تھی، اسباق الاشیار مین معمولی باتین ہوتی ہین، جناب مولوی محمد یوسف صاحب
صدیقی ایم آر اے ایس بہت کچھ شکریہ و تحسین کے مستحق ہین، کہ انھون نے ایک مختصر رسالہ اس علم مین لکھا ہے،
اور خوبی کے ساتھ لکھا ہے، رسالہ ترقی اردو کی طرف سے شایع ہوا ہے، اُمید ہے کہ ملک مصنف کی اس پہلی
کوشش کی داد دیگا، صفحے ۲۳۶، تقطیع اوسط، کاغذ عمدہ، لکھائی چھپائی صاف، قیمت مجلد ؏، پتہ:- صدر دفتر
انجمن ترقی اردو، اورنگ آباد (دکن)

ماہِ عجم، مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی محتاج تعارف نہین، انکے افسانے ملک مین مقبول
ہو چکے ہین، ماہِ عجم انہی کی قوت فکر کا نتیجہ ہے، افسانہ کے پیرایہ مین اُس وقت کے واقعات لکھے ہین، جب

اسلامی فوج کا سیلاب عظیم عراق عرب سے گذرتا ہوا سرزمین ایران مین موجین مار رہا تھا، ناظرین کی دلچسپی قائم رکھنے کے لئے اسمین انھون نے داستان حسن و عشق بھی چھیڑ دی ہے، اور جہان ایک طرف اسمین اسلامی فوج و جنگی حالات کا مرقع دکھایا ہے، نہایت حسن و خوبی کے ساتھ جذبات عشق و محبت کی حالت مین بھی مسلمانون کے عمدہ کیرکٹر اور محاسن اخلاق کو بھی نمایان کیا ہے، حق یہ ہے کہ مصنف نے افسانہ نویسی کے تمام اصولون کو بڑی کامیابی کے ساتھ نباہا ہے، زبان عمدہ، سلجھی ہوئی اور صاف ہے، داستان کا مجموعی مرقع و ترتیب بھی عمدہ ہے لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ اسمین انشاپردازی صرف کیگئی ہے، ایک ہی مفہوم کے جملے متعدد دفعہ ادا کئے گئے ہین، اور کہین کہین کئی کئی سطرون تک چلے گئے ہین، ناولون اور افسانون مین ناظرین کو آیندہ واقعات کا انتظار رہتا ہے نہ کہ مصنف کے متحد المفہوم جملون کا، لکھائی چھپائی صاف، عمدہ، کاغذ سفید، تقطیع کتابی صفحہ ۱۱۲، قیمت خریداران رسالہ کہکشان سے قسم اول عہ، قسم دوم ۸، دیگر حضرات سے عنا،

پتہ:- مینجر رسالہ کہکشان، لاہور،

تفسیر نے نامہ، مثنوی مولانا روم علیہ الرحمہ کے ابتدائی دو شعرون کی تفسیر کیگئی ہے، تشریح اور توضیح جو کچھ کیگئی ہے، اچھی اور غنیمت ہے، صفحہ ۸ قیمت ۲/، پتہ:- منشی حاجی معین الدین صاحب، انجینیر مراد آباد،

لیلائے تہذیب، جناب ابن علیسی صاحب جالندہری کی ایک تقریر ہے جو انھون نے آل انڈیا راعین کانفرنس مین کی تھی، اسمین قوم کو مذہبی تعلیم و ضروریات کی طرف متوجہ ہونیکی دعوت دیگئی ہے، آخر تقریر مین انھون نے مسلمان بچون کی تعلیم کے لئے ندوہ کا نام لیا ہے، جہان مذہبی و دنیاوی دونون تعلیمون کا انتظام ہے، صفحہ ۲۴

پتہ:- نبی بخش صاحب ہیڈ کلرک پولیس ہوشیارپور، (پنجاب)

ارمغان کلکتہ، حاجی اسمعیل سیٹھ صاحب متخلص مدراسی نے اپنے سفر کلکتہ کے واقعات جمع کئے ہین، وہ جب کلکتہ پہنچے تو انکے اعزاز مین شعرائے کلکتہ نے جو بزم مشاعرہ منعقد کی، اسکی غزلین بھی اسمین درج ہین اور شعرائے کلکتہ کے مختصر حالات بھی ہین، صفحہ ۸۴،

مجلد چہارم — ماہ ذوالحجہ سنہ ۳۷ھ مطابق ستمبر سنہ ۱۹ء — عدد سوم

مضامین